سلکِ گُہر

یعنے

وہ تقاریر جو خواجہ کمال الدین صاحب بی اے وکیل

اور دیگر علماء کی طرف سے

پشاور میں بماہ مارچ و اپریل ۱۸۹۹ء

ضروری امور پر ہوئیں

مُرتّبہ

مفتی فدا محمد صاحب بیرسٹرایٹ لا

وسکرٹری محمدن فرانٹیر کلب پشاور

مَطبُوعہ رفاہ عام پریس لاہور

تمہید

اس رسالہ میں جو تقریریں ہدیہ ناظرین کیجاتی ہیں ان میں سے پہلی تقریر شاہی باغ میں اُس مبارک موقع پر کی گئی تھی جب کہ روساء ضلع پشاور نہایت جوش محبت کے ساتھ جناب کرنیل نواب محمد اسلم خان صاحب بہادر کو نوابی کے خطاب ملنے پر مبارکباد دینے کو جمع ہوئے تھے۔ اس جلسہ کے پریسیڈنٹ جناب مسٹر الیٹ۔ ڈی کننگھم صاحب بہادر کمشنر و سپرنٹنڈنٹ قسمت پشاور تھے جنہوں نے اپنی تقریر میں نواب صاحب کو مبارکباد دیتے ہوئے دین اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کیا اور جو کچھ اُس جلسہ کی تقریر میں لیکچرار نے بیان کیا تھا اس کی تائید فرمائی۔ اور اُمید ظاہر کی کہ اہل پشاور جن کی نمکحلالی۔ اور جان نثاری پر گورنمنٹ کو ہر طرح سے کُلی اعتماد ہے ہر طرح عملاً اپنے تعلقات گورنمنٹ میں اس تقریر کے پابند ہونگے۔ کمشنر صاحب کی تقریر ایک عالمانہ رنگ کی فصیح و بلیغ تقریر تھی۔ اور اُن کے الفاظ نے سامعین پر جادو کا اثر کیا

دوسری تقریر گویا علماء علاقہ پشاور کے خیالات کا لب لباب تھا۔ اس تقریر سے جو علماء مذکور کی طرف سے جامع مسجد (محبت خان) پشاور میں پڑھی گئی علماء پشاور نے اپنے اُن دلی خیالات اور اعتقادات کا اظہار کیا جو اسلامی طور سے علما گورنمنٹ کے متعلق رکھتے ہیں۔ حضرات علماء کی اس سے یہ بھی غرض تھی کہ ناواقف اور عامی لوگ واقف ہو جاویں کہ اس گورنمنٹ محسنہ کے متعلق اسلام کی کیا تعلیم ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلے علیٰ رسولہ الکریم

تقریر خواجہ کمال الدین بی-اے ایل ایل بی

پلیڈر-پشاور

آج یہ دوسرا موقعہ مجھے ملا ہے کہ میں ان مبارک چہروں کو اپنے ارد گرد دیکھ رہا ہوں ہم گویا اُس جلسہ کی تکمیل کے لئے اس جگہ جمع ہوئے ہیں کہ جس میں تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ ہم نے سچے جوش اور سچی وفاداری کے ساتھ حصہ لیا ہے۔ ہم نے ابھی ابھی ان بزرگ ہاتھونکو اُس ہال کی بنیاد رکھتے ہوئے دیکھا ہے جو ہمارے کلب یعنی مجلس اخوان الصفا کی طرف سے بحیثیت وکیل اہل اسلام ان احسانات کے شکریہ میں تعمیر کیا جاویگا جن سے ہم انگریزی سلطنت کے زیر سایہ آکر متمتع ہوئے۔ اور اب ہم جمع ہوئے ہیں کہ ہم اِس کلب کے پریزیڈنٹ کو اس اعلےٰ اعزاز کے لئے مبارکباد دیں جس کے لئے ہماری گورنمنٹ محسنہ نے اُن کو انکی بھاری خدمات کے باعث خاص کر لیا۔ میرے مشارٌ الیہ جناب نواب محمد اسلم خاں صاحب بہادر ہیں جنہوں نے جس طرح اپنی گرامی عمر کا ایک بیش بہا حصہ سرکار عالیہ کی خدمت میں بسر کیا ہے۔ ویسے سچے جوش کے ساتھ اب اُنہوں نے ارادہ فرمایا ہے کہ باقی عمر کا حصہ اپنی قوم کی خدمت میں بحیثیت میر مجلس کلب ہذا بسر فرماویں۔ القصہ ہم کو اس وقت دو قسم

کی خوشی حاصل کرنے کا موقعہ ملا ہے ۔ ابھی ہم اُس مبارک مکان کی بنیاد رکھ کر آئے ہیں جو ڈائمنڈ جوبلی کی یاد میں بنایا جاویگا ۔ بے شک ہم نے اس مبارک کام کے شروع کرنے میں کسی قدر دیر کی ہے ۔ لیکن میں اُن نادیدہ اور نہ خیال کردہ اتفاقات سے رنجیدہ نہیں ہوں جو ہمیں اِس مبارک عمارت کو آج سے پہلے شروع کرنے میں مانع رہے ۔ اچھا ہؤا کہ ہم نے اس کام کو ۱۸۹۷ء یا ۱۸۹۸ء میں شروع نہ کیا یہ ایک حُسنِ اتفاق ہے کہ اِس جوبلی ہال کی بنیاد ہم ایک ایسے وقت رکھنے لگے ہیں کہ جو اس لفظ جوبلی کے بلحاظ ملک پنجاب بہت شایاں ہے ۔ ایک جوبلی تو وہ تھی جو ہمنے ۱۸۸۶ء میں منائی اور دوسری ڈائمنڈ جوبلی تھی جو ۱۸۹۶ء میں واقع ہوئی ۔ لیکن یہ دونو جوبلیاں شاید ہمارے انگلستانیکے دوستوں کے لئے زیادہ تر موزوں تھیں ۔ کیونکہ ہم پنجابیوں کو حضرت ملکہ معظمہ خلد اللہ ملکہا کے زیر سایہ آنے کا فخر ۱۸۳۶ء میں حاصل نہ ہؤا کہ جب حضرت عالیہ تخت نشین ہوئیں ۔ یہ ۱۸۴۹ء کا مبارک زمانہ تھا کہ جب ہم اپنی خوش قسمتی کے باعث اس سلطنت کے زیر سایہ آئے ۔ اور اخیر مارچ ۱۸۹۹ء میں اِس مبارک واقعہ پر پورے پچاس سال گذرے ہیں ۔ لہذا اگر ہمارے جوبلی ہال کی بنیاد رکھنے کے لئے کوئی موزوں سے موزوں وقت ہوسکتا ہے تو وہی مہینہ جو مارچ ۱۸۹۹ء کے بعد آئے یعنے وہ مہینہ جس ماہ میں پنجاب کو پورے پچاس سال گذریں کہ یہ زیر حکومت راج برطانیہ آیا ۔ ہاں یہ ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء کی تاریخ تھی کہ جب شیر نیستان پنجاب کے فرزند ارجمند جناب مہاراجہ دلیپ سنگھ صاحب بہادر نے نہایت ہی دانائی اور دوراندیشی سے ہماری قسمت کا فیصلہ ان لوگوں کے ہاتھ میں دیدیا اور ہمارا گذشتہ پچاس سال کا تجربہ کہتا ہے کہ وہ ہاتھ جن کے سپرد مہاراجہ صاحب نے ہم کو کیا اُسی اعتبار اور بھروسہ کے قابل اور مستحق ہے ۔ کہ جو اعتبار اور بھروسہ اُن پر کیا گیا ۔ اور یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان ہاتھوں نے اگر ہم پر حکمرانی کی کہ نہ تو اپنے اغراض کے لئے ہی بلکہ ہمارے فایدے اور ہمارے ملک کی بہبودی کے لئے ۔ اب جب ہم اُن

فوائد اور احسانات کو یاد کرتے ہیں کہ جوان پچاس سالوں میں ہم نے اس مبارک زمانہ میں حاصل کئے تو ہمارا دل شکریہ سے بھر جاتا ہے اور ہمارے شکرگذار دل ایک اظہار کو چاہتے ہیں جو کسی مستقل اور پائدار صورت میں ہو۔ سو یہ ہمارے احسانمند دل کا شکریہ ہے جس نے اس عمارت کی شکل اب اختیار کرنی ہے کہ جس کی رسم بنیاد اندازی ہمنے سچے جوش سے آج منائی ہے گویا ہم اگر آج جمع ہوئے ہیں تو ہم اپنے محسنوں کا شکریہ اداء کرنے کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اور ہم میں اس شکریہ کو ادا کرنے کا خیال اور بڑھ جاتا ہے۔ جب ہم گورنمنٹ کے احسانات کی عملی مثال ان آنکھوں کے سامنے جناب نواب صاحب مخدوم کے وجود میں پاتے ہیں۔ آپ کی گذشتہ زندگی ایک سبق ہے نوجوانوں کے لئے کہ کس طرح ایک نوجوان محض اپنی کوششوں سے دفعدار کے ایک معمولی عہدہ سے چل کر آخر کار ایک ایسے عہدہ جلیلہ پر پہنچ جاتا ہے۔ جو حالات موجودہ کے ماتحت اس لائن میں انسانی کوششوں کا معراج ہے۔ نواب صاحب مخدوم کے حالات ایک نمونہ ہیں فوجی ملازمان کے لئے۔ کہ کس طرح ایک فوجی افسر جو شائد گولی چلانے یا دیگر فوجی لہو ولعب کے لئے موزوں سمجھا گیا ہے محض اپنی تیز فہمی اور بیدار مغزی کے باعث آخر کار پولیٹکل محکمہ کے پیچیدہ سے پیچیدہ اور نازک سے نازک معاملات کا روح رواں ہو جاتا ہے نواب صاحب کا عہدہ ایک عملی ثبوت ہے اس قدردان گورنمنٹ کا کہ کس طرح یہ گورنمنٹ باوجود ایک فارن گورنمنٹ ہونے کے ایک وفادار ملازم کو اپنے بھیدوں اور اسراروں میں حصہ دینے کو تیار ہے۔ اور سب سے آخر لیکن سب سے زیادہ نواب صاحب ممدوح بذات خود مثال ہیں گورنمنٹ کے لئے ایک سچے مسلمان کی کہ کہاں تک ایک مسلمان اپنے بادشاہ کے اعتبار اور بھروسہ کا مستحق ہے بے شک ہمارے نواب نے ثابت کر دیا ہے کہ ایک سچا مسلمان اس گورنمنٹ کا پیچیدہ اور نازک معاملات میں قابل اعتبار مشیر اور آڑے اور نازک وقت میں

سچا جاں نثار خدمتگذار ہوسکتا ہے۔ کیونکہ مسلمان کو اس کے مذہب نے وفادار اور نمک حلال ہونے کی تعلیم دی ہے۔ اُس کے دین نے اُسے سکھلایا ہے کہ وہ اُن کا شکرگذار اور خیر خواہ ہو جو اس کی محُسن اور بی نی فیکٹر ہوں۔ القصہ نواب صاحب ممدوح ایک طرح نمونہ ہیں ایک سچے مسلم کا کہ وہ کہاں تک گورنمنٹ کا وفادار ہوسکتا ہے اور دوسری طرف وہ ایک علمی ثبوت ہیں اُن مراحم خسروانہ کا جو یہ محُسنہ گورنمنٹ اپنی وفادار رعایا پر کرنے کو تیار رہے۔ کیا خوش قسمتی اور حُسن اتفاق ہے کہ آج دو مبارک جلسے جمع ہوگئے ہیں۔ اور اگر غور کر کے دیکھا جاوے تو یہ دو جلسہ نہیں بلکہ ایک ہی جلسہ ہے۔ ہم یہاں جمع ہوئے ہیں اُن احسانات پر خوشی کے ظاہر کرنے کو جو اس گورنمنٹ محُسنہ نے ہمارے قومی افراد پر کئے۔ اور پہلا جلسہ تھا اُنہیں احسانات کی شکرگذاری کا بالفاظ دیگر نواب صاحب ثبوت ہیں احسانات کا اور جوبلی ہال ثبوت ہے اُن احسانات کے شکریہ کا گویا ایک طرف ہم احسان کو دیکھ رہے ہیں اور دوسری طرف شکریہ۔ اور اسلئے میں اپنے سکرٹری جناب مفتی صاحب کی عقلمندی کی داد دیتا ہوں کہ انہوں نے ان دو جلسوں کو ایک دن جمع کر کے ہمارے لطف کو بڑھا دیا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی ہمارا فرض ہے کہ ہم ان احسانات کا شکریہ ادا کریں۔ جو ہم پر اِن پچاس سالوں میں ہوئے ہیں۔ اور کیا قرآن کریم ہم کو تعلیم دیتا ہے کہ وہ نیک سلوک جو گورنمنٹ نے ہمارے ساتھ کیا ہم اُس کے معاوضہ میں کوئی خاص قسم کا شکریہ ظاہر کریں اور کیا وہ احسانات اِس قدر ہیں اور اس قابل ہیں کہ ہماری قوم جو اس وقت نہایت ہی غریب اور مفلس قوم ہے جس کے لکھو کھا افراد اپنی معیشت کو مشکل سے حاصل کرتی ہیں۔ جن کا ایک ایک پیسہ قیمت اور معاوضہ میں دیگر اقوام کے روپیہ سے نہیں بلکہ اشرفی کے برابر ہے ایسی مفلس اور تنگدست قوم اپنے روپیہ کو اس تعمیر کے بنانے میں خرچ کر دے اور روپیہ بھی وہ روپیہ کہ جس کے مانگنے

میں ہمارے جوانمرد سکرٹری یعنے مفتی صاحب کو کورم۔ کوہاٹ۔ ہشت نگر۔ یوسف زئی اور مردان تک بھیک مانگنی پڑی اور نہ معلوم یہ گداگری کہاں تک چلیگی وہ اپنے روپیہ کو اس طرح خرچ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ ہاں ان پچاس سالوں میں ہم نے اس قسم کے فوائد حاصل کیئے ہیں کہ ہم اِن احسانات کی یاد میں اس قسم کی عمارت بنائیں۔ بیشک گورنمنٹ نے ہم کو ہمیں ایسے آسائش اور آرام کے سامان مہیا کر دئیے ہیں۔ کہ ہم اپنی شکرگذاریوں کو کسی مستقل اور پائدار صورت میں ظاہر کریں۔ میرے پاس وقت نہیں کہ میں گورنمنٹ کے احسانات کو تفصیلاً گن سکوں۔ میں اس موقع پر صرف ایک بات کے متعلق گورنمنٹ کے احسان کا ذکر کرونگا۔ وہ بات وہ ہے کہ جس کی حفاظت کے لئے ہم کیا کل دُنیا اپنی جان دینے کو تیار رہے۔ اور ہم سب مسلمان فطرتاً اور مذہباً اُس وجود کے دل سے مشکور ہونگے جو ہم کو اُس بات میں مدد دے۔ وہ کیا ہے وہ ہے ہمارا مذہب۔ مذہب کیسا پیارا نام ہے ؎

زباں پہ بار خدایا یہ کِس کا نام آیا　　　کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کیلئے

اور اب میں اُس بھاری امداد کا ذکر کرونگا۔ جو اس گورنمنٹ سے ہم کو اور ایسا ہی دیگر رعایا کو مذہبی معاملات میں ملی۔ ہر ایک کے دل میں کیا یہ طبعاً اور مذہباً خواہش نہیں کہ کل دُنیا اُس کی ہم مذہب ہو جاوے۔ کیا ہر ایک ہم میں سے نہیں چاہتا کہ اپنے مذہب کی دنیا میں اشاعت کرے اور کم سے کم یہ تو ہر ایک کی دلی خواہش ہے کہ اُس کو مذہبی رسوم اور امور کی ادائیگی میں کسی قسم کی روک ٹوک نہ ہو۔ کیا کوئی مسلمان بھائی اِن تین نعمتوں سے بڑھ کر کسی اور نعمت کا پتہ دے سکتا ہے کہ جس کی خواہش اُسے از روے قرآن کریم زیادہ تر کرنی چاہیئے۔ اور اب اگر یہ تینوں امور ہم کو آج سے پچاس سال پہلے کی نسبت ہزار درجہ بڑھ کر بوجہ احسن حاصل ہوں تو کیا ہم اُن کے مشکور نہ ہوں کہ جن کی طفیل ہم کو یہ نعمت ملے۔ اس وقت اگر ہم چاہیں کہ ہم اسلام کی دُنیا میں اشاعت کریں

توکیا ہم اس گورنمنٹ کے مشکور نہ ہوں کہ اس گورنمنٹ نے ہم کو اس بات کے حاصل کرنے کے لئے بہتر سے بہتر وسائل مہیا کر دئے اور امور کو جانے دو۔ صرف پریس اور ڈاک کو ہی دیکھو گے کہ ان دو باتوں سے کس قدر فوائد مرتب ہوئے ہیں۔ ہم آج پشاور میں بیٹھ کر بذریعہ ڈاک و پریس اگر چاہیں تو اشاعت دین لندن کے کوچوں میں کر سکتے ہیں۔ رہی زبانی تلقین مذہب اس کے لئے ہم کو اس قدر آزادی دی گئی ہے کہ میں آج اِن حکاّم کو دعوتِ اسلام آپ کے روبرو کرتا ہوں اس دعوت کو خواہ یہ قبول کریں یا نہ کریں لیکن آپ انکے تحمل و بردباری کو دیکھیں کہ کس طرح میری دعوت کو یہ سُنتے ہیں۔ کہ اِنّ الدین عند اللہ الاسلام یعنی خدا کے نزدیک اگر کوئی دین ہے تو صرف اسلام۔ اور تمام کتابوں میں سے ایک قرآن کریم ہی سیدھا راستہ دکھلاتا ہے۔ قرآن ہی سرچشمہ ہدایت ہے۔ ہمارے حُکاّم تو میری ان باتوں کو اس وقت سنجیدگی سے سُن رہے ہیں۔ لیکن آج سے پچاس سال پہلے آپ ہندوستان کی تاریخ میں کہیں یہ امر دکھلا سکتے ہیں کہ ایک شخص اپنے بادشاہ غیر مذہب کو مذہبی تبلیغ کرے اور پھر سلامتی سے اپنی جان رکھ سکے۔ ان باتوں کو تو جانے دو صرف اسی آزادی کو ہی دیکھ لو کہ جو ہم کو مذہبی فرائض کے ادا کرنے میں حاصل ہے۔ کیا آج سے پچاس سال پہلے یہ آزادی تھی۔ آپ تو اذان اُونچی دینے سے روکے گئے تھے۔ دور کے قصوں کو چھوڑو ہم اہل اسلام اس وقت تین فرقہ ہیں۔ اہل سنت والجماعت واہلحدیث اور اہل شیعہ۔ کیا کوئی شخص جو اہل سنت والجماعت میں سے ہو ایران میں جا کر اپنے خاص عقیدہ کی تلقین کر سکتا ہے۔ ہاں اگر اس کا سر اس کے لئے باردوش ہو اور وہ اُس سے سبکدوش ہونا چاہے تو بیشک کرے لیکن اب میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے اِن ہاتھوں سے مذہبی رسالے انگریزی میں ترجمہ کئے وہ رسالے کیا تھے اُن میں تلقین مذہب تھی کہ اسلام ہی سرچشمہ ہدایت ہے اسے اختیار کرو اور عیسائیت چھوڑ دو اور پھر اُن رسالوں کو انہیں ہاتھوں سے ڈاک میں ڈالا صرف اعلےٰ حُکاّم پنجاب و ہندوستان کے نام نہیں

بلکہ لفٹنٹ گورنر ۔ گورنر جنرل اور خود حضرت علیا ملکہ معظمہ کے نام پر چین کی رسیدیں بھی ہم کو بعض وقت ملی ۔ اِسی گذشتہ موقعہ پر یعنے جب حضرت ملکہ معظمہ کے جشن ڈائمنڈ جوبلی پر وفادار رعایا نے تحفے تحائف پیشکش کئے ۔ تو ہم کو چونکہ حضرت علیا سے خاص محبت ہے ہم نے بھی ایک نہایت ہی قیمتی تحفہ بھیجا ۔ ایک رسالہ موسومہ بہ تحفہ قیصریہ لکھ کر پیشکش کیا گیا اور اُس میں وہ اعلےٰ تحفہ پیش کیا گیا جس کی نظیر نہیں یعنی اسلام ۔ لیکن اگر میں ایران میں رہ کر آج اپنے عقیدہ کا وعظ شاہ ایران کو کروں یا اگر میں ایک شیعہ ہوں تو کوئی تلقین حضرت امیر کابل کو کروں تو گویا میں نے موت اپنے ہاتھ سے خریدی ۔ شاید بعض حالات میں مجھے قزلباشوں کی طرح کابل کو ہی صرف مذہبی مخالفت کے باعث چھوڑنا پڑے ۔ کیا ہمارے اہل حدیث بھائی جو اپنے خیالات کی اشاعت میں کوشش کر کے بیٹھ گئے ہیں ایران یا کابل میں اِس آزادی سے اپنا کام کر سکتے تھے جو انہوں نے یہاں کیا ۔ اب مذہب جو سب سے بھاری امر ہے اور جس کی آزادی کے لئے بعض وقت صفحہ دنیا نے کروڑوں خون بہتے دیکھے آج وہ آزادی ہم کو بے داموں اس ہندوستان میں حاصل نہیں ؟ اب کیا یہ گورنمنٹ کی کم امداد ہے جو ہم کو مذہبی پہلو سے حاصل ہے ۔ ہاں یہ وہ بھاری امداد ہے کہ جس کے لئے ہم جس قدر گورنمنٹ کا شکریہ ادا کریں بجا ہے ۔ آج سے پہلے ابو طویلہ یا اس سے ملتا جلتا زمانہ یاد کرو اور پھر اس مذہبی آزادی کو دیکھو ۔ قرآن کریم جو دُنیا میں اصلاح اخلاق کے لئے نازل ہوا کیا اُس نے کوئی تعلیم ایسے احسان کرنے والے کے معاوضہ میں نہیں کی ۔ ہاں قرآن کریم تو کہتا ہے ۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان ۔ احسان کا بدلہ صرف احسان ہی ہے اگر کوئی ہم سے نیکی کرے تو تم اُس سے ویسی ہی نیکی کرو ۔ اگر ہم کو کوئی مشکور کرے تم اس کو مشکور کرو ۔ دیکھو صاحب الصلوٰۃ والتحیاۃ نے کیا فرمایا ہے ۔ جو انسان کا شکر گذار نہیں وہ خدا کا شکر گذار نہیں ۔ اب کیا گورنمنٹ نے ہم پر کوئی احسان نہیں کیا ۔ کیا ہم آج ایک با امن زندگی بسر نہیں کر رہے ۔ کیا ہماری جان

ہمارا مال ہماری عزت ہماری عصمت اور سب سے بڑھ کر ہمارا مذہب دست تظلم سے محفوظ نہیں۔ کیا ہم اُس طوائف الملوکی کے بُرے نتائج کو یک لخت بھول گئے جو ہماری بدبختی سے شیر پنجاب کے اِس جہان سے گذر جانے پر خالصہ قوم کی خانہ جنگیوں کے باعث ہم کو اُٹھانے پڑے۔ کیا وہ ویرانے وہ میرے اور جنتے جو ہر طرف پنجاب میں نظر آتے تھے اب گلستان و گلزار نہیں بن گئے کیا ہماری تعلیم اور تربیت کا سامان بطور اعلےٰ نہیں ہُوا۔ کیا ہر جگہ سرکاری اخراجات پر ہماری صحت اور زندگی کی حفاظت میں مفت ادویات اور علاج بہم نہیں پہنچایا گیا کیا ہشت نگر کا بنجر علاقہ نہروں کے باعث سونا اور چاندی نہیں اُگلنے لگا کیا وہ پشاوری تاجر جو باوجود تجربہ کار ہونے کے نوشہرہ تک جانا اپنے لئے موت سمجھتا تھا اور گھر سے گناہ بخشوا کر چلتا تھا۔ اُس کا پندرہ سال کا بچہ بمبئی کے رستے بحیرۂ شام ہوتا ہُوا آج بخارا نہیں پُہنچ گیا۔ اور باتوں کو چھوڑو۔ اور صرف مذہب کو دیکھو جو مسلمانوں کو اس قدر عزیز ہے اس مذہب کی تبلیغ یا اشاعت تو درکنار۔ ہم تو اونچی اذان بھی نہیں دے سکتے تھے اور آج میں اِن حکام کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ ہم آپ کے خیر خواہ ہیں اور ہم آپ کی خیر خواہی اِسی میں دیکھتے ہیں کہ آپ ہمارا مذہب قبول فرماویں۔ ہم مسلمان اِس وقت سخت مصیبت اور غربت میں گرفتار ہیں لیکن ہمارے پاس قیمتی سے قیمتی تحفہ ہے جس کو ہم نے لاکھوں جانیں گنوا کر محفوظ کیا ہے وہ تُحفہ ہمارا پاک اور سچا مذہب اسلام ہے آپ اسکو قبول کر لیں۔ تو آپ کی بہتری دارین میں ہو۔ آپ کی دُنیا خدا تعالےٰ نے بہتر کر دی اور عقبےٰ کے درست کرنے کا طریق ہم سے لے لو۔ ابو طولیہ کا زمانا اور یہ زمانہ ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

کسی نے سچ کہا ہے ؎

ہوئیں بد نظمیاں سب دور انگریزی عمل آیا | بجا آیا باستحقاق آیا بر محل آیا

بساطِ کہنہ کا تقدیر سے نعم البدل آیا

یہ خدا کا احسان ہے کہ اُس نے ہم پر رحم کیا۔ اور ہم کو اس سلطنت کے نیچے ماتحت کیا اب اگر ان لوگوں کا ہم پر احسان ہے تو اس کا معاوضہ ہی کیا ہے بالمقابل احسان۔ اور ہمارا احسان کیا ہے۔ ہماری وفاداری۔ نمک حلالی۔ خیر خواہی۔ اور قادر مطلق کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اُس نے ہم میں ایسے آدمی پیدا کر دئے۔ کہ جنہوں نے گورنمنٹ کے احسان کو سمجھا۔ اور اُنہوں نے اپنی جانوں کو اس احسان کے مقابل ان محسنوں کی خاطر معرض ہلاکت میں ڈالا۔ بلیک ماونٹن (سیاہ پہاڑ) کی مُہم اور ہمارے سردار صاحب مخدوم کا اپنے جان کو نذر کر دینا ہم کو اب تک نہیں بھولا۔ کیوں نہ گورنمنٹ ایسی وفادار رعایا کی تہ دل سے قدردان ہو۔ خدا کا احسان ہے کہ مسلمانوں میں سے اکثروں نے گورنمنٹ کے اُن احسانات کا پورا پورا معاوضہ دیا اور گورنمنٹ بھی ان کی خدمات سے اس قدر خوش ہوئی کہ گورنمنٹ نے بسا اوقات ان لوگوں کی ہر طرح دلجوئی کی۔ قرآن کریم نے نہ صرف ایک ہی جگہ ہم کو احسان کا معاوضہ دینے کے لئے کہا ہے بلکہ کئی ایک جگہ ہم کو تعلیم دی ہے۔ میں میں یہاں صرف ایک آیت اور پڑھونگا +

ان اللہ یامرو بالعدل وا لاحسان وایتاء ذالقربا۔ یہ آیت کیا ہے یہ ایک کوڑھی ہدایت کا۔ ایک مسلمان کے لئے اپنی روزانہ زندگی میں جو اسقدر ضروری ہے کہ ہر جمعہ کو ہمارے امام مسجد میں سامعین کے آگے اس آیت کو بالضرور پڑھتے ہیں اور مسلمانوں کی توجہ اسکے مطالب کی طرف منعطف کرتے ہیں۔ خداتعالے ہر ایک مسلمان کو اپنے تعلقات دُنیا میں تعلیم دیتا ہے خداتعالے ہم کو حکم دیتا ہے کہ ہم عدل کریں یعنے جو ہم سے نیکی کرے ہم اُس سے ویسی ہی نیکی کریں لیکن اگر ممکن ہو تو اس سے زیادہ نیکی کریں یعنی احسان۔ احسان وہ نیکی ہے جو ہم بلا دوسرے کی نیکی کئے کے کرتے ہیں یعنے کسی نیکی کے معاوضہ میں نہیں بلکہ ازخود لیکن اس نیکی میں بھی ایک نقص ہے وہ یہ ہے کہ احسان کرنے والا اپنے احسان مند کی طرف سے شکریہ کی اُمید رکھتا ہے۔ اور اس لئے قرآن ہم سے ایک اس سے بھی بڑھ کر گذشتی

کی توقع رکھنا ہے - وایتاء ذالقربیٰ یعنی وہ نیکی جو ایک ماں اپنے بیٹے کے ساتھ
کرتی ہے یعنے جہاں نہ شکریہ کی مراد ہے نہ عوضانہ کی - خدا تعالٰی نے ہر ایک مسلمانوں کو
ان تین قسم کی نیکیاں کرنے کا حکم دیا ہے - میں نے مارل فلاسفی کی کتابیں پڑھیں اور
پروفیسروں سے بحث کی - میں سچ کہتا ہوں اور غیر اسلامی دوست مجھے یہ کہنے پر معاف
رکھیں کہ یہ تین مدارج نیکی کے جو قرآن نے قائم کئے وہ مجھے کہیں نہ نظر آئے - اے برادران
اہل اسلام جو ہر روز تلاوت قرآن کریم کرتے ہو دیکھو کس اعلےٰ درجہ کی نیکی کی قرآن آپ سے
توقع کرتا ہے اُن سے نیکی کرو جنہوں نے تم سے نیکی کی ہے اور یہ تو ادنےٰ درجہ کی نیکی ہے تم
احسان کرنے کیلئے بنائے گئے ہو یعنی نیکی بلا بدل کرنے کے لئے - اور سب سے بڑھ ایسی نیکی کے لئے
کہ نہ امید شکریہ نہ خیال معاوضہ - کیا ہمارا فرض نہیں کہ قرآن کے اِس حکم کی پیروی کریں
اب اگر ہم ایسے ہی گئے گذرے ہیں کہ ایتاء ذوالقربا والی نیکی اور احسان نہیں ہم سے ہو سکتا تو
عدل تو کریں - یعنی وہ نیکیاں جو گورنمنٹ ہم سے کر چکی ہے اُس کے معاوضہ میں ایسی نیکی کریں
اور اگر یہ بھی نہیں تو حیف ہے ہمارے اسلام اور افسوس ہے ہمارے اتباع قرآن پر - یہ
کوئی نہ کہے کہ یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے اس کا عمل مسلمانوں نے صرف اپنی ہی
سوسائٹی میں کرنا ہے نہیں نہیں - بلکہ ہم نے دُنیا میں اس کا برتاؤ ہر ایک کے ساتھ کرنا
ہے - ہماری گورنمنٹ ایک عیسائی گورنمنٹ ہے اور ہم کو اگر ان سے کچھ تخالف ہے بھی تو صرف
مذہبی امور میں اور ہم کو تو قرآن نے حکم دیا ہے کہ لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلو
خدا تعالےٰ حکم فرماتا ہے - دیکھو وہ عداوت جو تم کو کسی قوم سے ہو وہ تم کو عدل کرنے سے نہ روکے
اگر دشمن قوم نے تم سے کوئی نیکی کی ہو تو دیکھو تمہاری مابین کی دشمنی تم کو اُس نیکی کا معاوضہ
دینے سے نہ روکے - اب گورنمنٹ میں اور ہم میں کوئی عداوت قومی نہیں - ہم جب قومی
عداوت پر بھی عدل کرنے کے لئے مامور ہیں تو بدرجہ اولےٰ ہمارا فرض ہوا کہ ہم اس گورنمنٹ
سے عدل یعنے اُس کی نیکی کے بدلے نیکی کریں - کیونکہ یہاں تو صرف مذہبی تخالف ہے کوئی

عداوت یا دشمنی نہیں ۔ گورنمنٹ نے ہم سے ہزاروں نیکیاں کیں جن کی طرف میں نے مختصراً اشارہ کیا ۔ اب ہمارا فرض ہے کہ بالمقابل نیکی کو بس ۔ ہماری نیکی کیا ہے ہماری خیر خواہی نمک حلالی ۔ وفاداری ۔ جن تینوں چیزوں کا نمونہ ہم اپنے سردار صاحب کی زندگی میں بدرجہ اتم پاتے ہیں ۔ سردار صاحب نے وہ کیا جو ایک مسلمان کی شایاں تھا کہ گورنمنٹ سے کرتا سردار صاحب نے عدل کیا ۔ احسان کیا اور بعض حالات میں ایتاء ذالقربے کی نیکی گورنمنٹ کے ساتھ کی ۔ کیوں نہ ہو ۔ اگر کوئی امر سردار صاحب کے گراں خاطر ہو ۔ تو اس لئے گورنمنٹ نے بھی اُن کی دلجوئی کری ۔ خیبر رائفلز کے متعلق جب بعض اخبار والوں نے سردار صاحب کے برخلاف بیہودہ سرائی شروع کی تو اس وقت لفٹنٹ گورنر نے سردار صاحب کو لکھا کہ

You must not suppose that the out-cry in the news-papers represents the opinion of the Govt. and as far as His Honor can judge on the information befor him at present, you have acted with judgment and spirit and have in no way forfieted the confidence of the Govt. &c, &c., &c.

تو جو گورنمنٹ اس قدر نیکیاں کرے اور پھر اپنے نمک حلال خُدّام کی اس قدر قدردان ہو تو کیوں ہم مسلمانوں کے دل شکریہ سے نہ بھر جاویں اور کیوں ہمارا شکریہ کسی مستقل صورت میں ظاہر نہ ہو ۔ سو آج ہم جو جمع ہوئے تو ہم اس شکریہ کو عمارت کے رنگ میں ظاہر کرنے لگے ہیں ۔ کہ ہم اُن پچاس سالہ حکومت سے کہاں تک ممنون ہیں ۔ لیکن صاحبان میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے جو کچھ اُس مورلیٹی کے متعلق بیان کیا ہے ۔ جو قرآن کریم مسلمانوں سے چاہتا ہے ۔ اس کو سُن کر بعض چہرے متعجب اور متامل ہو رہے ہیں ۔ کیا واقعی یہ مورلیٹی اُس کتاب میں ہے ۔ جس کے پڑھنے والے اور جس پر عمل کرنے والے ہم کو یہاں نظر

آرہے ہیں۔ اور یہ حیرت ایک حد تک بجا ہے۔ کیونکہ بعض نا اہل نام کے مسلمانوں کی وحشیانہ حرکات نے جنکو نہ سلام اور نہ تعلیم اسلام سے کوئی تعلق ہے۔ اس تعلیم قرآن کے برخلاف اپنے آپ کو ثابت کیا ہے جس کا میں اوپر ذکر کرتا آیا ہوں اور فی الواقع اگر اسلام کا موازنہ اُن وحشیوں کے بیرحمانہ افعال سے کیا جاوے تو اسلام جس کو میں صلحکاری۔ امن جوئی۔ اور شکر گذاری سمجھتا اور بیان کرتا ہوں۔ وہ فی الواقع ظالموں اور سفاکوں کا ماوا وملجا بن جاویگا۔ لیکن میری رائے میں اگر سرمن آن دی مونٹ (خطبہ پہاڑ) کی صلحکار تعلیم (Inquisitions.) کے ظلموں کے ذمہ وار نہیں ہے تو کیوں القران کو ایسے سفاکوں کے افعال کے لئے الزام دیا جاوے۔ اگر وہ سلامتی اور امن کا شہزادہ جو گیلیلی کے کوچوں میں مسکینی اور غربت کی زندگی بسر کر کے جہاں سے چلدیا۔ اہل ہسپانیہ کے ان کے ظلموں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے تو میرا شہنشاہ عرب والعجم امی فداک یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کبھی ان لوگوں کو اپنے ساتھ شمار نہ کریگا۔ مثلاً ایک بے گناہ کا قتل کر دینا قرآن کریم نے سخت منع فرمایا۔ خواہ اس کا کچھ مذہب یا ملت ہو۔ قرآن نے صرف تخالف مذہب کے باعث قتل کو سخت روکا ہے۔ ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ بکم رحیما۔ اے قرآن کے پڑھنے والے دیکھ اللہ تعالے رحیم ہے اور اُس کے رحم کا یہ تقاضا ہے۔ کہ کوئی جان ہلاک یا قتل نہ کی جاوے۔ زمین پر رحم کرو تا آسمان سے رحم تم پر نازل ہو لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ؎

خنجرے در دست و برلب یا رحیم کفر مے خندد بریں اسلام ما

اب اس سے بڑھ کر اور بیرحمی اور سفاکی کا کیا کام ہو کہ ایک بے گناہ کو جس نے نہ کسی کو اس وقت نقصان پہنچایا۔ اور نہ کوئی فساد کیا اُس کو بے وجہ بلا اطلاع قتل کر دیا جاوے دیکھو قرآن کیا کہتا ہے +

لاجل ذالک کتبنا علے بنی اسرائیل انہ من قتل نفسا بغیر نفس

ولا فساد فی الارض وکانما قتل الناس جمیعاً ۰

خدا فرماتا ہے اسی لئے ہم نے بنی اسرائیل پر لازم کر رکھا تھا کہ جس شخص نے ایک شخص کو قتل کر دیا کہ جس نے نہ تو کوئی قتل کیا۔ نہ کوئی زمین پر فساد کیا تو گویا اُس نے کُل دُنیا کو قتل کیا۔ خدا کے نزدیک اُس کی ایک مخلوق کو بلا وجہ قتل کر دینا ایسا ہی ہے گویا کہ کل خلق اللہ کو قتل کیا گیا یہ ہے قرآن کی تعلیم جو کس قدر کھُلی کھُلی ہے۔ کیا اس سے پایا جاتا ہے کہ کسی کا مسلمان نہ ہونا اُس کو واجب القتل ٹھیرا تا ہے۔ کیا قرآن میں نہیں لکھا کہ لا اکراہ فی الدین یعنے دین پھیلانے میں ذرہ بھی جبر نہ کرو۔ چہ جائیکہ قتل وہ لوگ جو خیال کئے ہوئے ہیں کہ ایک غیر مسلم کو قتل کرنے سے وہ جنت کے مالک ہو جاوینگے یاد رکھیں کہ جنت ایسے لوگوں کے لئے نہیں ہے بہشتی زندگی تو صرف اُن کے لئے ہے جن کو یہ کام چھوتک بھی نہیں گیا۔ اَے بہشت کے طالبو اگر تم کو بہشت درکار ہے تو میں آپ کو نسخہ بہشت کا بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے ملک الدار الاخرہ یجعلہا اللذین لایریدون علواً فی الارض ولا فساد اور یہ بہشت ہم نے تیار کی ہے جو قتل کرنا اور فساد کرنا تو درکنار۔ لایریدون علو فی الارض ولا فساد جو زمین میں بُرائی اور فساد کرنیکا ارادہ تک بھی نہیں کرتے بلکہ ایسا کرنے کا ارادہ تک بھی نہیں کرتے۔ یاد رکھیں یہاں تو صرف مسیحیف کا ارادہ کرنے سے بہشت ہاتھوں سے جاتا ہے چہ جائیکہ عملاً مسیحیف ہو۔ اور مسیحیف بھی کیسے کہ قتل اور کیا برادران اسلام آپ جانتے ہیں کہ قرآن کریم نے ان لوگوں کا نام کیا رکھا ہے۔ جن کے ماتحت خدا نے پسند کیا کہ تم امن سے زندگی بسر کرو۔ یہ ہیں اہل کتاب جن کے ساتھ مقابلہ تو درکنار مجادلہ بھی درکار نہیں۔ ولا یجادلوا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن۔ اور اے مسلمانوں اہل کتاب یعنے عیسائی اور یہودیوں کے ساتھ جھگڑا نہ کرو۔ اگر دینی بحث کرو بھی تو ایسی کہ جو خوبی کے ساتھ ہو۔ کیا یہ تعلیم محض کتابوں کے لئے۔ گو آج مسلمانی درکتاب اور مسلمانان درگور کا معاملہ ہو رہا ہے۔ لیکن کیا ہمیں

اہل کتاب کے ساتھ سلوک کرنے کا کوئی نمونہ رسول اکرم صلعم نہیں دے گئے۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ جب نجران کے عیسائی رسول اکرم کے پاس بحث کے لئے آئے اور آپ کے پرشوکت اور سلطنت کے دن تھے۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ یہ اتوار کا دن تھا اور ان عیسائی فادرس نے گرجا کرنا تھا۔ پھر آپ کو یاد ہے کہ کونسا مقام اُن کے گرجا کے لئے رسول اکرم نے تجویز کیا وہ مسجد جس کا نام ہے مسجد نبوی۔ وہ مسجد جس میں لا الٰہ الا اللہ کہتے تھے اس میں عیسے خدا کا گرجا ہوا۔ وہ مسجد جس میں ما المسیح ابن مریم الا رسول۔ اُس میں ہی باپ بیٹے روح القدس کی گیت گائی۔ اور یاد رہے کہ یہ حضرت کی شوکت کا زمانہ تھا۔ اے بھائیو ہم بھی تو اُس رسول اکرم کی امت ہیں جس کا یہ خلق عظیم ہے۔ حیف ہمارے رسول تو غیر مذہب کو اپنی مسجد میں عبادت کے لئے جگہ دیں اور ہم اُنہیں لوگوں کو خدا کی زمین پر کھڑا نہ ہونے دیں۔ اور زمین وہ زمین جو اُن کے ہاتھوں کی حاصل کردہ زمین ہو۔ ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

حق تو یہ ہے کہ ہم نام کے تو مسلمان ہیں لیکن نہ ہم کو اسلام کی خبر ہے نہ قرآن کریم سے اطلاع۔ نہ حدیث سے خبر۔ نہ رسول اکرم کی سیرت و اخلاق سے آگہی۔ اب قرآن تو ہم کو اہل کتاب سے اس قسم کا سلوک سکھلاتا ہے۔ اور اہل کتاب بھی کیسے جو ہمارے محسن اور مربی ہوں۔ سو اگر یہ ہمارے محسن نہیں تو اہل کتاب تو ہیں۔ اور اگر اہل کتاب نہیں تو کم از کم خدا کی مخلوق تو ہیں۔ اور دیکھو قرآن کریم بار بار خلق اللہ سے مروت مودت اور مراعات کرنے کی کس قدر تعلیم دے رہا ہے۔ اِس لئے میں اخیر میں عرض کرتا ہوں۔ کہ ایسے ناشائستہ اور وحشیانہ افعال جو بعض موقعوں پر سرزد ہو جاتے ہیں اُن سے ہم کو یا اسلام کو کوئی تعلق نہیں اور نہ ہم اُن کو از روے قرآن کریم پسند کرتے ہیں۔ بلکہ از روے قرآن و حدیث ہم ایسے افعال کو نہایت نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں +

اخیر میں ہم حکام کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ اگر ہم پر اس وقت حکومت ایک عیسائی

حکومت ہے تو ہم کو کوئی بار خاطر نہیں ہم نے اپنے رسول اکرم صلعم کے ماتحت ہر ایک قسم کی سلطنت دیکھ لی ہے ہم اُنہیں کے زمانہ میں بُت پرستوں کے ماتحت رہے ہے۔ ہم اُنہیں کے ایام میں ظالموں کے ماتحت بھی رہے ہیں۔ ہم اُنہیں کے زمانہ میں ایک باامن عیسائی حکومت کے ماتحت بھی رہ چکے ہیں۔ اور ہم سے اُنہیں کے زمانہ میں خود سلطنت کا موقع ملگیا اور اس وقت جو ہمارے سروں پر ایک باامن عیسائی سلطنت ہے ہم کو وہ باتیں بھول نہیں گئیں جو ہمارے آبا و اجداد نے رسول اکرم صلعم سے اس وقت سُنی تھیں جب اُن کو آپ نے حبشہ کی طرف ابی سبینا کے عیسائی بادشاہ نجاشی کے ماتحت رہنے کے لئے بھیجا تھا۔ ہم کو وہ وصایا یاد ہیں جو ہمارے پاک رسول اکرم صلعم نے صحابہ کو دئے جب وہ نجاشی کی طرف گئے ہم کو وہی مسلک اور چلن یاد ہے جو صحابہ نے نجاشی عیسائی کے ماتحت اختیار کیا کہ جس سے وہ بادشاہ کے عزیز ہو گئے اور ہم نہایت خوشی سے وہی کرنے کو ہر وقت تیار رہیں اور ہم اپنی سچی وفادارا طاعت کے بھروسہ پر اس بات کے منتظر ہیں جو ہمارے بزرگوں کو اس وقت حاصل ہو گئے۔ اللھم امین ٭

الحمد اللہ ہم میں سے اکثر نے اپنا وہی مسلک رکھا ہے جو ہمارے بزرگوں کا حبشہ میں تھا۔ جیسے وہ لوگ وفادار حبشی بادشاہ کے تھے ویسے ہی وفادار آج ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمان زیر سایۂ گورنمنٹ برطانیہ ہیں۔ اگر ہم میں اِس قسم کا جوش وفاداری حکام وقت نہ دیکھتے تو کیوں نواب صاحب مخدوم کو باوجودیکہ انھوں نے پنشن مانگی لیکن حکام نے ایک سال کے لئے اُن کو اور ملازم رہنے کے لئے مجبور کیا۔ ہاں یہ وہی اسلامی وفاداری تھی کہ جس کو دیکھ کر جناب نواب سرڈینس فٹز پٹرک صاحب بہادر نے تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ میں اسسٹنٹ کمشنر سے اس عہدہ لفٹنٹ گورنری تک پہنچا اور سرٹیفکیٹ دینا میرے لئے اختیار رہا اور آج میں سردار اسلم خان کو اپنے ہاتھ سے بخوشی خود سرٹیفکیٹ دیتا ہوں اور یہ سرٹیفکیٹ جس میں ایک مسلمان کی اعلےٰ درجہ کی وفاداری۔ دیانت داری۔

اور جان نثاری کا ذکر۔ وہ سردار صاحب کے لئے سرٹیفکیٹ نہیں بلکہ وہ سرٹیفکیٹ ہے مسلمانوں کے حق میں۔ کہ اس قوم میں کہاں تک وفا۔ جان نثاری اور اخلاص ہے۔

تقریر جو مسجد محبت خان میں علمایان پشاور کی طرف سے سنائی گئی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علےٰ رسولہ المبین الذی ہدانا الی الدین المتین وعلی آلہ الطاہرین الذین ہم کالنجوم بطرق الدین۔ اما بعد اے کافہ اہل اسلام اور متبعان اے دین خیر الانام آج ہم مبارک مسجد میں ایک اہم کام کے لئے جمع ہوئے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ اپنی پیاری قوم سے ایسی غلط فہمیوں کو دور کریں جن کے سبب سے وہ دُنیا میں ذلت اور عقبےٰ میں عقوبت کے مستحق ہوتے ہیں۔ خداتعالےٰ نے ایسے لوگوں کے واسطے جو دین کے احکام سے بے خبر ہوں یہ حکم دیا ہے کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ یعنے اگر تم کو کسی بات کا علم نہیں ہے تو علما سے پوچھ لو کہ خداتعالےٰ کا کیا حکم ہے ہماری قوم میں سے بعض جُہال جو اسلامی تربیت سے بالکل بے بہرہ ہیں اپنے نادانی سے یہ خیال کرکے کہ کسی غیر مذہب کو قتل کرنا ثواب میں داخل ہے۔ انگریز صاحبوں کو بعض اوقات قتل کردیتے ہیں اور اپنے اس فعل شنیع سے دین اسلام اور اہل اسلام کو مورد اعتراض وملامت بناتے ہیں۔ پس اس وقت نہایت ضروری ہے کہ تمام اہل اسلام حاضرین اور غائبین کو جو اس ملک میں بستے ہیں انگریزوں اور اُن کی

پُرامن سلطنت کے حال سے آگاہ کیا جاوے۔ اور نیز اس بات سے کہ خدا تعالےٰ اور اُسکے رسول صلے اللہ وسلم نے اِس قوم کے ساتھ سلوک کرنے کے لئے ہمارے لئے کیا ہدایات مقرر کئے ہیں اور ایسے قتل کی نسبت جس کا بعض جہال ثواب کی نیت سے ارتکاب کرتے ہیں۔ حق تعالےٰ نے کیا سزا اور عقوبت مقرر کی ہے۔ پس جاننا چاہیئے کہ پچاس۵۰ سال ہو گئے ہیں کہ ہم سلطنت برطانیہ کی راحت بخش سایہ کے نیچے آئے ہیں۔ ہم سے بعض ایسے لوگ ہیں جنہوں نے دیگر مشرقی حکومتیں دیکھی ہیں وہ اِس راحت خیز اور ترقی پذیر زمانہ کو دیکھکر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک نئی دُنیا میں آبسے ہیں جس دن سے ہم اس سلطنت کے سایہ میں آئے ہیں۔ ہم کو امور دین کی ادائیگی اور اُن کی اشاعت میں ایسی آزادی حاصل ہو گئی ہے۔ کہ کسی دیگر سلطنت کے نیچے ہم کو میسر نہ ہو سکتی۔ ہماری معاشرت اور تہذیب امن میں رہنے کے سبب بہت ترقی کر گئی ہے۔ علوم میں قدم بڑھانے کے لئے مدارس جاری ہیں۔ ترقی تجارت کے لئے ریلیں اور پُرامن سڑکیں اور ٹیلیگراف ہیں۔ سفر کے لئے ایسی سہولتیں بہم پہنچ گئی ہیں کہ زمانہ گذشتہ میں کسی کے خیال میں بھی نہ گذرتی تھیں۔ بیابانوں کو آباد کرنے کے واسطے نہریں جاری ہو گئی ہیں جہاں وحشی حیوانوں کا گزر نہ ہو سکتا تھا وہاں اب انسانوں کی بستیاں ہیں اور بیابان گلزار بن گئے ہیں۔ چھاپہ نے سب علوم کی کتابیں عام اور ارزاں کر دی ہیں وہ کتابیں جو بڑے اُمرا کو میسّر نہ ہو سکتی تھیں۔ آج غُربا کے گھروں میں پائی جاتی ہیں۔ اخبار جاری ہیں جو رعیت کی واقعی تکلیفات کو حُکام تک پہنچانے کے واسطے آزاد کئے گئے ہیں۔ اشاعت دین کے لئے جس قدر تالیفات اِس پچاس برس کے عرصہ میں ہوئی ہیں۔ پہلے صدہا سال میں نہ ہوئی تھیں۔ یہ سب اُن احسانات کا شمہ ہے جو اِس مبارک سلطنت نے ہم پر کئے ہیں۔ اب سنو خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ یعنی آیا احسان کے مقابلہ میں سوائے احسان کے کچھ اور بھی ہو سکتا ہے۔ حضرت رسول کریم صلعم فرماتے ہیں من لم یشکر الناس

لمہ یشکر اللہ۔ جو شخص انسان کی نیکی کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا تعالےٰ کے احسانات کا شکر بھی ادا نہیں کرتا خدا تعالےٰ کی جانب سے جو نعمت اور راحت انسان کو کسی کے ذریعہ سے مُیسّر ہو اس ذریعہ کو دُنیا میں عزت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ خدا تعالےٰ جل جلالہٗ فرماتا ہے۔ ومن یبدل نعمت اللہ من بعد ما جائتہ فان اللہ شدید العقاب۔ یعنی جو شخص خدا تعالےٰ کی نعمت کو جو آچکتی ہے ناشکری سے بدل دیتا ہے۔ وہ سخت عذاب میں گرفتار رہتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کفران نعمت کرنے والے کو سخت عذاب دینے والا ہے اے مسلمانوں سنو۔ اسلام کی حقیقت کیا ہے۔ اسلام کا ایک معنے ہے صلح کرنا اور اِس معنی کے لحاظ سے مراد اس سے یہ ہے کہ خدا تعالےٰ اور اُس کی مخلوق کے ساتھ صلح کریں خدا تعالےٰ کے ساتھ صلح کرنا یہ ہے کہ اُس کو اپنا معبُود و مقصود اور محبوب ٹھیراویں۔ اور مخلوقات کے ساتھ صلح کرنا یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی مخلوق کی خدمتگذاری اور ہمدردی اور چارہ جوئی اور باربرداری اور سچی غمخواری میں اپنی زندگی وقف کردیں۔ دوسروں کو آرام پہنچانے کے واسطے دُکھ اُٹھاویں اور اُن کے مصائب گھٹانے کے لئے اپنا آرام ترک کردیں۔ علاوہ ان احسانات کے انگریز بحیثیت حاکمان وقت ہمارے مال اور جان اور عزت کے محافظ اور ہمارے دینی معاملات میں کُلیۃً آزادی بخش ہوئے ہیں اور اُنکی اس حفاظت کا شکریہ ہم پر لازم ہے۔ اگر انگریزوں کی حکومت اُٹھ جاوے تو ہندوستان کی مختلف اقوام ایک دوسری کو نیست و نابود کر ڈالیں۔ گورنمنٹ برطانیہ کو مسلمانان کی مال جان و عزت کو حفاظت کرنا اور مسلمان رعیت کو فرماں برداری مطابعت و فاداری کا گورنمنٹ کے ساتھ ایک ضمنی معاہدہ ہے۔ اور اسی واسطے ان کے ساتھ غدر کرنے والا مسلمان اپنے ضمنی عہد کو توڑتا ہے اور اس وعید کا سزاوار رہتا ہے۔ جو حضرت رسول صلعم کی اُس حدیث میں مذکور ہے۔ جو دار قطنی میں ہے کہ جو شخص معاہدہ کو قتل کریگا وہ جنت کی خوشبوئی نہیں سونگھیگا جو ستر سال کے راستہ آتی ہے اور سُنن

ابوداءود میں مروی ہے کہ جو شخص معاہدہ پر ظلم کرتا ہے یا اُس کو لعنت کرتا ہے۔ یا اُس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اُس پر ڈالتا ہے یا اُس کی کوئی چیز اُس کی رضامندی کے بغیر اُس سے لیتا ہے تو میں قیامت میں اُس شخص کی مخالفت میں حجت پیش کرونگا اور اُسی کتاب میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں جو شخص معاہدہ کو ماریگا جنت اُس پر حرام ہے یہ بھی مروی ہے کہ ایک مسلمان نے ایک شخص کو جو اہل کتاب نہیں بلکہ ایک مشرک قتل کیا تو رسول اللہ صلعم نے قصاص میں مسلمان کو قتل کرا دیا وہ تو رعیت میں ایک فرد تھا۔ پس ان لوگوں کا کیا حال جو حکام کو جو اہل کتاب اور ضمنی معاہدہ اور ہمارے محسن ہیں قتل کرتے ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں۔ السلطان ظل اللہ فی ارضہ یاوی اللہ کل مظلوم۔ رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں بعض صحابہ جن کے مردوں اور عورتوں کی تعداد اسّی نفر تک پہنچی تھی مشرکین عرب کے ظلم سے بموجب ارشاد نبوی حبش کی جانب ہجرت کر گئے تھے۔ جہاں کا بادشاہ ایک عیسائی نجاشی نام تھا اور اُس کے سایہ میں موجب ہدایت نبوی اُنھوں نے ایسی اطاعت اور نیک چلنی سے زندگی بسر کی کہ جب مشرکین مکہ کے وکلاء نجاشی کی خدمت میں اس غرض سے پہنچے کہ ان مستامنوں اور جلاوطنوں کو اُن کے حوالہ کر دیں تو نجاشی نے کہا کہ میں نے ان امن پسند لوگوں میں کوئی قصور نہیں دیکھا۔ اور میں اُن کو تمہارے حوالہ نہیں کرتا پس وکلاء مشرکین بے نیل مقصود واپس آئے۔

انگریز بحیثیت مذہب اہل کتاب ہیں اور اہل کتاب کی نسبت خدا تعالے کا یہ حکم ہے۔ ولا تجادلوا اھل الکتب الا بالتی ھی احسن۔ یعنی اہل کتاب کے ساتھ جھگڑا نہ کرو مگر ایسے طریق کے ساتھ جو سب سے بہتر ہو اس آیت میں اللہ تعالے نے مقاتلہ کا تو کیا ذکر اہل کتاب کے ساتھ مجادلہ کرنے سے بھی منع کر دیا ہے۔ یعنی ان کے ساتھ مباحثہ بھی کرو تو بڑی شائستگی سے کرو۔ پھر خدا تعالے فرماتا ہے۔ تلک الدار الاخرۃ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا۔ یعنی آخرت کی آرام گاہ ہم نے

ان لوگوں کیلئے تیار کی ہے جو دُنیا میں بڑائی جتلانے اور فساد مچانے کا ارادہ بھی نہیں کرتے ۔ اے مسلمانو! فکر کرو آیا وہ لوگ جو دنیا میں ناحق قتل اور فساد کے مرتکب ہوتے ہیں خداتعالےٰ کے ہاں سے جنت اور آرام کے مستحق ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ ہرگز نہیں ! اگر ایسے قتل ناحق جو بعض وحشی کرتے ہیں کسی اسلامی سلطنت کے اندر بھی واقع ہوں۔ تو شریعت کے رو سے قاتلین سزاء قتل کے مستوجب ہیں شریعت غراء اسلام ایسے جاہل لوگوں کو اُنکے ایسے وحشیانہ افعال کیلئے کوئی پناہ نہیں دیتی ۔ اے مسلمانوں اس وعظ کو کو کلام اللہ کی ایک آیت پر ختم کیا جاتا ہے ۔ جو خداتعالےٰ نے تمہاری زندگی کے واسطے ایک دستورالعمل قرار دی ہے ۔ اور ہر جمعہ کے خطبہ میں سب مسلمانوں کو اسی نیت سے سُنائی جاتی ہے اور وہ یہ ہے ۔

ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی ۔ یعنے اللہ تعالےٰ نے ہمکو یہ حکم دیا ہے کہ اسکے بندوں کے ساتھ عدل کرو یعنے تم سے نیکی کریں تو اُن سے نیکی کرو۔ بلکہ اُس سے بڑھکر احسان کرنے کا حکم دیا ہے ۔ یعنے ایسے شخص کے ساتھ بھی نیکی کرو جس نے تمہارے ساتھ کوئی نیکی نہ کی ہو ۔ اور چونکہ احسان میں بھی بعض اوقات امتنان کی خواہش مضمر ہوتی ہے ۔ تم کو حق تعالےٰ ایسی نیکی کرنے کا حکم دیتا ہے ۔ جو ایتاء ذے القربا کے رنگ میں ہو یعنی طبعی جوش اور فطری تقاضاء دل سے بغیر طلب عوض اور شکریہ پیدا ہو ۔ اور خداتعالےٰ تم کو ایسے کاموں سے منع کرتا ہے جو تمہارے اخلاق پر دھبہ ہوں اور نیز ایسے افعال و اقوال سے جن کو دیکھ کر و سُن کر لوگ تمہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھیں اور معاشرت کے آداب سے خارج ہوں ۔ اور نیز ایسے کرداروں سے جن کے ذریعہ سے تمہارے ابناء جنس کی جان اور مال اور عزت پر بیجا دست اندازی ہوتی ہو ۔ اے مسلمانو اب سُنو جو کہ قرآن شریف جس پر تمہارا ایمان ہے تم سے کس قسم کی زندگی کا خواستگار ہے ۔ اور خداتعالےٰ سے توفیق چاہو کہ خداتعالےٰ ہم سب مسلمانان کے لئے اپنے تقوے اور رضامندی کی راہیں آسان کر دے ۔ اور ہم سے اُن سب قبائح کو دور کرے جن میں ہم اپنی غفلت اور نادانی سے مبتلا ہو گئے ہیں ۔

وآخر دعونا ان ۔ الحمد للہ رب العالمین ٭

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

گورنمنٹ انگلشیہ کے حقوق

اور

مُسلمانوں کے فرائض

اللہ تعالیٰ کا شکریہ

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کا بہت شکر کرنا چاہیئے جس نے ان کو ایک ایسا دین بخشا ہے۔ جو علمی اور عملی طور پر ہر ایک قسم کے فساد اور مکروہ باتوں اور ہر ایک نوع کی قباحت سے پاک ہے اگر انسان غور اور فکر سے دیکھے تو اس کو معلوم ہوگا کہ واقعی طور پر تمام محامد اور صفات کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے اور کوئی انسان یا مخلوق واقعی اور حقیقی طور پر حمد و ثنا کا مستحق نہیں ہے۔ اگر انسان بغیر کسی قسم کی غرض کی ملونی کے دیکھے تو اُس پر بدیہی طور پر کھل جاوے گا کہ کوئی شخص جو مستحق حمد قرار پاتا ہے وہ یا تو اس لئے مستحق ہو سکتا ہے کہ کسی ایسے زمانہ میں جبکہ کوئی وجود اور وجود کی خبر نہ تھی وہ اس کا پیدا کرنیوالا ہو۔ یا اس وجہ سے کہ ایسے زمانہ میں کہ کوئی وجود نہ تھا اور نہ معلوم تھا کہ وجود اور بقاء وجود اور حفظ صحت اور قیام زندگی کے لئے کیا کیا اسباب ضروری ہیں اور اُس نے وہ سب سامان مہیا کئے ہوں یا ایسے زمانہ میں کہ اُس پر بہت سی مصیبتیں آسکتی تھیں اُس نے رحم کیا ہو اور اُس کو محفوظ رکھا ہو۔ اور یا اس وجہ سے مستحق تعریف ہو سکتا ہے کہ محنت کرنیوالے کی محنت کو ضائع نہ کرے۔ اور محنت کرنیوالوں کے حقوق پورے طور پر ادا کرے۔ اگرچہ بظاہر اُجرت کرنیوالے کے حقوق کا دینا معاوضہ ہے لیکن ایسا شخص بھی محسن ہو سکتا ہے جو پورے طور پر حقوق دے۔ یہ صفات اعلیٰ درجہ کی ہیں جو کسی کو مستحق حمد و ثنا بنا سکتے ہیں۔

اب غور کرکے دیکھ لو کہ حقیقی طور پر ان سب محامد کا مستحق صرف اللہ تعالےٰ ہی ہے جو کامل طور پر ان صفات سے متصف ہے اور کسی میں یہ صفات نہیں ہیں +

اوّل دیکھو صفت خلق اور پرورش - یہ صفت اگرچہ انسان گمان کرسکتا ہے کہ ماں باپ اور دیگر محسنوں میں بھی پائی جاتی ہے - لیکن اگر انسان زیادہ غور کریگا تو اس کو معلوم ہو جاویگا کہ ماں باپ اور دیگر محسنوں کے اغراض و مقاصد ہوتے ہیں جنکی بنا پر وہ احسان کرتے ہیں اس پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً بچّہ تندرست خوبصورت توانا پیدا ہو تو ماں باپ کو خوشی ہوتی ہے اور اگر لڑکا ہو تو پھر یہ خوشی اور بھی بڑی ہوتی ہے شادیانے بجائے جاتے ہیں - لیکن اگر لڑکی ہو تو گویا وہ گھر ماتم کدہ اور وہ دن سوگ کا دن ہو جاتا ہے اور اپنے تئیں مُنہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتے - بسا اوقات بعض نادان مختلف تدابیر سے لڑکیوں کو ہلاک کر دیتے یا ان کی پرورش میں کم التفات کرتے ہیں - اور اگر بچّہ لنجہ - اندھا اپاہج پیدا ہو - تو چاہتے ہیں کہ وہ مرجاوے - اور اکثر دفعہ تعجب نہیں کہ خود بھی وبال جان سمجھ کر مار دیں + مَیں نے پڑھا ہے کہ یونانی لوگ ایسے بچّوں کو عمداً ہلاک کر دیتے تھے بلکہ انکے ہاں شاہی قانون تھا کہ اگر کوئی ناکارہ بچّہ اپاہج - اندھا وغیرہ پیدا ہو تو اُس کو فوراً مار دیا جاوے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ انسانی خیالاتِ پرورش اور خبر گیری کے ساتھ ذاتی اور نفسانی اغراض ملے ہوئے ہوتے ہیں - مگر اللہ تعالیٰ کی اس قدر مخلوق کی (جس کے تصوّر اور بیان سے وہم اور زبان قاصر ہے اور جو زمین اور آسمان میں بھری پڑی ہے) خلق اور پرورش سے کوئی غرض ہرگز نہیں ہے وہ والدین کی طرح خدمت اور رزق نہیں چاہتا بلکہ اُس نے مخلوق کو محض ربوبیت کے تقاضے سے پیدا کیا ہے ہر ایک شخص مان لیگا کہ بوٹا لگانا پھر آبپاشی کرنا اور اسکی خبر گیری رکھنا اور ثمر دار درخت ہونے تک محفوظ رکھنا ایک بڑا احسان ہے پس انسان اور اُسکی حالت اور غور و پرداخت پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ اس قدر انقلابات اور بیکسیوں کے تغیرات میں اسکی دستگیری فرمائی ہے +

صفت رحمانیت کا ظہور

دوسرا پہلو جو ابھی مَیں نے بیان کیا ہے کہ قبل از پیدایشِ وجود ایسے سامان ہوں کہ تمدّنی زندگی اور قویٰ کے کام کے لئے پورا پورا سامان موجود ہو - دیکھو ہم ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے کہ سامان پہلے ہی پیدا کر دیا - منوّر سورج جو اب چڑھا ہُوا ہے اور جسکی وجہ سے عام روشنی پھیلی ہوئی ہے اور دِن چڑھا ہُوا ہے اگر نہ ہوتا تو کیا ہم دیکھ سکتے تھے یا روشنی کے ذریعہ جو فوائد اور منافع ہمیں پہنچ سکتے ہیں ہم کس ذریعہ سے حاصل کر سکتے ؟ اگر سورج اور چاند یا اور کسی قسم کی

افضالِ الٰہی

روشنی نہ ہوتی تو بینائی بیکار ہوتی۔ اگرچہ آنکھوں میں ایک قوت دیکھنے کی ہے مگر وہ بیرونی اور خارجی روشنی کے بدوں محض نکمی ہے۔ پس یہ کس قدر احسان ہے کہ قویٰ سے کام لینے کے لئے ان ضروری سامانوں کو پہلے سے مہیا کر دیا۔ اور پھر یہ کس قدر رحمت ہے کہ ایسے قویٰ دیئے ہیں اور انہیں بالقوۃ استعدادات رکھدی ہیں جو انسان کی تکمیل اور وصول الی الغایۃ کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ دماغ میں ایسے اعصاب ہیں عروق ہیں ایسے خواص رکھے ہیں کہ انسان اُن سے کام لیتا ہے اور انکی تکمیل کر سکتا ہے اس لئے کہ قوتوں کی تکمیل کا سامان ساتھ ہی پیدا کر دیا ہے۔ یہ تو اندرونی نظام کا حال ہے کہ ہر ایک قوت اس منشاء اور مفاد سے پوری مناسبت رکھتی ہے جس میں انسان کی فلاح ہے اور بیرونی طور پر بھی ایسا ہی انتظام رکھا ہے کہ ہر شخص جس قسم کا حرفہ رکھتا ہے اسکے مناسب حال ادوات و آلات قبل از وجود مہیا کر رکھے ہیں مثلاً اگر کوئی جوتہ بنانیوالا ہے تو اس کو چمڑا اور دھاگا نہ ملے تو وہ کہاں سے لائے اور کیونکر اپنے حرفہ کی تکمیل کرے۔ اسی طرح اگر درزی کو کپڑا نہ ملے تو کیونکر سیئے۔ اسی طرح ہر متنفس کا حال ہے۔ طبیب کیسا ہی حاذق اور عالم ہو لیکن اگر ادویہ نہوں تو وہ کیا کر سکتا ہے بڑی سوچ اور فکر سے ایک نسخہ لکھ کر دیگا لیکن بازار میں دوا نہ ملے تو کیا کریگا۔ کس قدر فضل ہے کہ ایک طرف علم دیا ہے اور دوسری طرف نباتات، جمادات حیوانات جو مریضوں کے مناسب حال تھے پیدا کر دیئے ہیں اور اُن میں قسم قسم کے خواص رکھے ہیں جو ہر زمانہ میں نا اندیشیدہ ضروریات کے کام آسکتے ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ نے کوئی چیز بھی غیر مفید پیدا نہیں کی اور جس کے خواص محدود ہوں۔ یہانتک کہ بِچُھو اور جوں تک بھی غیر مفید نہیں۔ لکھا ہے کہ اگر کسی کا پیشاب بند ہو تو بعض وقت جوں کو احلیل میں دینے سے پیشاب جاری ہو جاتا ہے۔ انسان ان اشیاء کی مدد سے کہانتک فائدہ اُٹھاتا ہے کوئی تصور کر سکتا ہے؟ پھر چوتھی بات پاداش محنت ہے اس کیلئے بھی خدا کا فضل درکار ہے مثلاً انسان کس قدر محنت و مشقت سے زراعت کرتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی مدد اسکے ساتھ نہو تو کیونکر اپنے گھر میں غلہ لا سکے۔ اُسی کے فضل و کرم سے اپنے وقت پر ہر ایک چیز ہوتی ہے چنانچہ اب قریب تھا کہ اس خشک سالی میں لوگ ہلاک ہو جاتے مگر خدا نے اپنے فضل سے بارش کر دی اور بہت سے حصۂ مخلوق کو سنبھال لیا۔ غرض اوّلاً و بالذات اکمل اور اعلےٰ مستحق تعریف کا خدا تعالےٰ ہے اس کے مقابلہ میں کسی دوسرے کا ذاتی طور پر کوئی بھی استحقاق نہیں۔ اگر کسی دوسرے کو استحقاق تعریف کا ہے تو صرف طفیلی طور پر ہے۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا رحم ہے کہ باوجودیکہ وہ وحدہ لاشریک ہے مگر اُس نے طفیلی طور پر بعض کو اپنے محامد میں شریک کر لیا ہے جیسے اس سورہ شریفہ میں بیان فرمایا ہے:-

سورۂ والناس کی لطیف تفسیر

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝

اس میں اللہ تعالیٰ نے حقیقی مستحق حمد کے ساتھ عارضی مستحق حمد کا بھی اشارۃً ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ اس لئے ہے کہ اخلاق فاضلہ کی تکمیل ہو۔ چنانچہ اس سورۃ میں تین قسم کے حق بیان فرمائے ہیں:۔

فرمایا تم پناہ مانگو اللہ کے پاس جو جامع جمیع صفات کاملہ کا ہے اور جو رب ہے اور جو ملک ہے لوگوں کا۔ اور پھر جو معبود و مطلوب حقیقی ہے لوگوں کا۔ یہ سورۃ اس قسم کی ہے کہ اس میں اصل توحید کو قائم رکھا ہے مگر معًا یہ بھی اشارہ کیا ہے کہ دوسرے لوگوں کے حقوق بھی ضائع نہ کریں جو ان اسماء کے مظہر ظلّی طور پر ہیں۔ رب کے لفظ میں اشارہ ہے کہ گو حقیقی طور پر خدا ہی پرورش کرنیوالا ہے اور تکمیل تک پہنچانے والا ہے لیکن عارضی اور ظلّی طور پر دو اور بھی وجود ہیں جو ربوبیت کے مظہر ہیں ایک جسمانی طور پر دوسرا روحانی طور پر۔ جسمانی طور پر والدین ہیں اور روحانی طور پر مرشد اور ہادی ہے دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ بھی ذکر فرمایا ہے وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ یعنی خدا نے یہ چاہا ہے کہ کسی دوسرے کی بندگی نہ کرو اور والدین سے احسان کرو۔ حقیقت میں کیسی ربوبیت ہے کہ انسان بچہ ہوتا ہے اور کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتا اُس حالت میں ماں کیا کیا خدمات کرتی ہے اور والد اُس حالت میں ماں کی مہمات کا متکفل ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے ناتوان مخلوق کی خبر گیری کے لئے دو محل پیدا کر دیئے ہیں اور اپنی محبت کے انوار سے ایک پرتو محبت کا اُن میں ڈال دیا۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ ماں باپ کی محبت عارضی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت حقیقی ہے اور جب تک قلوب میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس کا القاء نہ ہو کوئی فرد بشر خواہ دوست ہو یا کوئی برابر کے درجہ کا ہو یا کوئی حاکم ہو کسی سے محبت نہیں کر سکتا۔ اور یہ خدا کی ربوبیت کا راز ہے کہ ماں باپ بچوں سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ انکے تکفّل میں ہر قسم کے دُکھ شرح صدر سے اُٹھاتے ہیں یہانتک کہ انکی زندگی کے لئے مرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ پس خدا تعالیٰ نے تکمیل اخلاق فاضلہ کے لئے رَبِّ النَّاسِ کے لفظ میں والدین اور مرشد کی طرف ایماء فرمایا ہے تاکہ اس مجازی اور مشہود سلسلۂ شکر گذاری سے حقیقی رب و ہادی کی شکر گذاری میں پے لے جائیں اسی راز کے حل کی

والدین اور مرشد بھی ربوبیت کے مظہر ہیں

یہ کلید ہے کہ اس سورۂ شریفہ کو رَبِّ النَّاسِ سے شروع فرمایا ہے اِلٰہِ النَّاسِ سے آغاز نہیں کیا چونکہ مرشد روحانی تربیت خدا تعالےٰ کے منشاء کے موافق اُسکی توفیق و ہدایت سے کرتا ہے۔ اس لئے وہ بھی اسی میں شامل ہے پھر دوسرا ٹکڑا اس میں مَلِكِ النَّاس ہے تم پناہ مانگو خدا کے پاس جو تمہارا بادشاہ ہے

حاکم وقت کے متعلق لطیف اشارہ

یہ ایک اور اشارہ ہے تا لوگوں کو متمدن دُنیا کے اصول سے واقف کیا جاوے اور مہذب بنایا جاوے حقیقی طور پر تو اللہ تعالیٰ ہی بادشاہ ہے مگر اس میں اشارہ ہے کہ ظلی طور پر دُنیا میں بھی بادشاہ ہوتے ہیں اور اسی لئے اس میں اشارۂ مُلک وقت کے حقوق کی نگہداشت کی طرف بھی ایماء ہے۔ یہاں کافر اور مشرک اور موحد بادشاہ کسی قسم کی قید نہیں بلکہ عام ہے کسی مذہب کا بادشاہ ہو مذہب اور اعتقاد کے حصے جدا ہیں قرآن میں جہاں جہاں خدا نے محسن کا ذکر فرمایا ہے وہاں کوئی شرط نہیں لگائی کہ وہ مسلمان اور موحد ہو اور فلاں سلسلہ کا ہو بلکہ عام طور پر محسن کی نسبت فرمایا خواہ وہ کوئی مذہب رکھتا ہے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ کہ کیا احسان کا بدلا احسان کے سوا بھی ہو سکتا ہے +

اب ہم اپنی جماعت کو اور تمام سُننے والوں کو بڑی صفائی اور وضاحت سے سُناتے ہیں کہ **سلطنت انگریزی** ہماری محسن ہے اُس نے ہم پر بڑے بڑے احسان کئے ہیں۔ جسکی عمر ساٹھ یا ستر برس کی ہوگی وہ خوب جانتا ہوگا کہ ہم پر سکھوں کا ایک زمانہ گذرا ہے اُسوقت مسلمانوں پر جسقدر آفتیں تھیں وہ پوشیدہ

سکھا شاہی میں مسلمانوں کی حالت زار

نہیں ہیں انکو یاد کر کے بدن پر لرزہ پڑتا ہے اور دل کانپ اُٹھتا ہے۔ اُسوقت مسلمانوں کو عبادات اور فرائض مذھبی کی بجا آوری سے جو اُن کو جان سے عزیز تر ہیں روکا گیا تھا۔ بانگ نماز جو نماز کا مقدمہ ہے اُسکو باآواز بلند پکارنے سے روکا گیا تھا۔ اگر کبھی مؤذن کے مُنہ سے سہواً اللہ اکبر باآواز بلند نکل جاتا تو اُسکو مار دیا جاتا تھا۔ اسی طرح پر مُسلمانوں کے حلال و حرام کے معاملہ میں بیجا تصرف کیا گیا تھا۔ ایک گائے کے مقدمہ میں ایک دفعہ پانچہزار غریب مسلمان قتل کئے گئے بٹالہ کا واقعہ ہے کہ ایک سید وہیں کا رہنے والا باہر سے دروازہ پر آیا وہاں گائیوں کا ہجوم تھا اُس نے تلوار کی نوک سے ذرا ہٹایا اور ایک گائے کے چمڑے کو خفیف سی خراش پہنچ گئی وہ بیچارا پکڑ لیا گیا اور اس امر پر زور دیا گیا کہ اسکو قتل کر دیا جائے۔ آخر بڑی سفارشوں کے بعد اُس کا ہاتھ کاٹا گیا

گورنمنٹ انگریزی میں بے نظیر مذھبی آزادی

مگر اب دیکھو کہ ہر قوم و مذہب کو کیسی آزادی ہے ہم صرف مُسلمانوں کا ذکر کرتے ہیں۔ فرائض مذھبی اور عبادات کے بجالانے میں سلطنت نے پوری آزادی دے رکھی ہے اور کسی کے مال و جان و آبرو سے کوئی ناحق کا تعرض نہیں۔ برخلاف اس پُرفتن وقت کے کہ ہر ایک

شخص کیسا ہی اس کا حساب پاک ہو اپنی جان و مال پر لرزتا رہتا تھا۔ اب اگر کوئی خود اپنا چلن خراب کرلے اور اپنی بے اندامی اور ازتکاب جرائم سے خود مستوجب عقوبت ٹھیر جائے تو اور بات ہے۔ یا خود ہی سوء اعتقاد اور غفلت کی وجہ سے عبادات میں کوتاہی کرے تو جُدا امر ہے لیکن گورنمنٹ کیطرف سے ہر طرح کی آزادی ہے۔ اسوقت جسقدر عابد بننا چاہو بنو کوئی روک نہیں گورنمنٹ خود معابد مذھبی کی حرمت کرتی ہے اور انکی مرمت وغیرہ پر ہزاروں روپیہ خرچ کر دیتی ہے سکھوں کے زمانہ میں اسکے برخلاف یہ حال تھا کہ مسجدوں میں بھنگ گھٹتی تھی اور گھوڑے بندھتے تھے جس کا نمونہ خود یہاں قادیان میں موجود ہے اور پنجاب کے بڑے بڑے شہروں میں اسکے نمونے ملینگے۔ لاہور میں آجتک کئی ایک مسجدیں سکھوں کے قبضہ میں ہیں۔ آج اس کے مقابل میں گورنمنٹ انگلشیہ ان بزرگ مکانوں کی ہر قسم کی واجب عزت کرتی ہے اور مذھبی مکانات کی تکریم اپنے فرائض میں سے سمجھتی ہے جیسا کہ ان ہی دنوں حضور وایسرائے لارڈ کرزن صاحب بہادر بالقابہ نے دہلی کی جامع مسجد میں جوتا پہنکر جانیکی مخالفت اپنی عملی حالت سے ثابت کر دی اور قابل اقتدا نمونہ بادشاہانہ اخلاق فاضلہ کا دیا اور انکی اُن تقریروں سے جو وقتاً فوقتاً انھوں نے مختلف موقعوں پر کی ہیں صاف معلوم ہوگیا ہے کہ وہ مذھبی مکانات کی کیسی عزت کرتے ہیں۔ پھر دیکھو کہ گورنمنٹ نے کہیں منادات نہیں کی کہ کوئی باآواز بلند بانگ نہ دے یا روزہ نہ رکھے بلکہ انھوں نے ہر قسم کی تغذیہ کے سامان مہیا کئے ہیں جس کا سکھوں کے ذلیل زمانہ میں نام و نشان تک نہ تھا۔ برف سوڈا واٹر اور بسکٹ ڈبل روٹی وغیرہ ہر قسم کی غذائیں بہم پہنچائیں اور ہر قسم کی سہولت دی ہے یہ ایک ضمنی امداد ہے جو ان لوگوں سے ہمارے شعائر اسلام کو پہنچی ہے۔ اب اگر کوئی خود روزہ نہ رکھے تو یہ اور بات ہے۔ افسوس کی بات ہے کہ مسلمان خود شریعت کی توہین کرتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو جنھوں نے ان دنوں روزے رکھے ہیں وہ کچھ دُبلے نہیں ہوگئے۔ اور جنھوں نے استخفاف کے ساتھ اس مہینہ کو گذارا ہے وہ کچھ موٹے نہیں ہوگئے اُن کا بھی وقت گذر گیا اور ان کا بھی زمانہ گذر گیا۔ جاڑے کے روزے تھے صرف غذا کے اوقات کی ایک تبدیلی تھی سات آٹھ بجے نہ کھائی چار پانچ بجے کھالی۔ باوجود اس قدر رعایت کے پھر بھی بہتوں نے شعائر اللہ کی عظمت نہیں کی اور خدا تعالےٰ کے اس واجب التکریم مہمان ماہ رمضان کو بڑی حقارت سے دیکھا۔ اس قدر آسانی کے مہینہ میں رمضان کا آنا ایک قسم کا معیار تھا۔ اور مطیع و عاصی میں فرق کرنیکے لئے یہ روزے میزان کا حکم رکھتے تھے۔ خدا تعالےٰ کی طرف سے آسانی تھی سلطنت نے ہر قسم کی آزادی دے رکھی ہے طرح طرح کے پھل اور غذائیں میسر آتی ہیں کوئی آسایش و آرام کا سامان نہیں جو آج مہیا نہو سکتا ہو۔ باایں ہمہ جو پروا نہیں کی گئی اسکی کیا وجہ ہے؟ اسکی یہی وجہ ہے کہ دلوں میں خدا پر ایمان نہیں رہا

سکھوں کے زمانہ میں مسجدوں کی حالت زار

موسم سرما میں ماہ رمضان کا آنے کی حکمت

افسوس کہ خدا کا ایک ادنیٰ بھنگی کے برابر بھی لحاظ نہیں کیا جاتا گویا یہ خیال ہے کہ خدا سے کبھی واسطہ ہی نہ ہوگا اور نہ اُس سے کبھی پالا ہی پڑے گا اور اُسکی عدالت کے سامنے جانا ہی نہیں۔ کاش مُنکر غور کریں اور سوچیں کہ کروڑوں سورجوں کی روشنی سے بھی بڑھ کر خدا تعالےٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں افسوس کی جگہ ہے کہ ایک جوتہ کو دیکھ کر یقینی طور پر سمجھ لیا جاتا ہے کہ اس کا کوئی بنانے والا ہے۔ مگر یہ کس قدر بدبختی ہے کہ خدا تعؒ کی بے انتہا مخلوق کو دیکھ کر بھی اس پر ایمان نہ ہو یا ایسا ایمان ہو جو نہ ہونے میں داخل ہے خدا تعالیٰ کی ہم پر بہت رحمتیں ہیں از انجملہ ایک یہ ہے کہ اُس نے ہم کو جلتے ہوئے تنور سے نکالا۔ سکھوں کا زمانہ ایک آتشی تنور تھا اور **انگریزوں کا قدم** رحمت و برکت کا قدم ہے۔ مَیں نے سُنا ہے کہ جب اوّل ہی اوّل انگریز آئے

ایک مؤذن کی گرفتاری اور رہائی

تو ہوشیارپور میں کسی مؤذن نے اونچی اذان کہی چونکہ ابھی ابتدا تھی اور ہندوؤں اور سکھوں کا خیال تھا کہ یہ بھی اونچی اذان کہنے پر روکیں گے یا انکی طرح اگر گائے کو کسی سے زخم لگ جاوے تو اُس کا ہاتھ کاٹینگے۔ اُس اونچی اذان کہنے والے مؤذن کو پکڑ لیا۔ ایک بڑا ہجوم ہو گیا اور ڈپٹی کمشنر کے سامنے وہ لایا گیا بڑے بڑے رئیس مہاجن جمع ہوئے اور کہا حضور ہمارے آٹے بھرشٹ ہو گئے ہمارے برتن ناپاک ہو گئے جب یہ باتیں اُس انگریز کو سُنائی گئیں تو اُسے بڑا تعجب ہوا کہ کیا بانگ میں ایسی خاصیت ہے کہ کھانے کی چیزیں ناپاک ہو جاتی ہیں۔ اُس نے سررشتہ دار سے کہا کہ جب تک تجربہ نہ کر لیا جاوے اس مقدمہ کو نہ کرنا چاہیئے چنانچہ اُس نے مؤذن کو حکم دیا کہ تُو پھر اسی طرح بانگ دے وہ ڈرا کہ شاید دوسرا جُرم نہ ہو مگر جب اُس کو تسلّی دیگئی اُس نے اُسی قدر زور سے بانگ دی۔ صاحب بہادر نے کہا کہ ہم کو تو اس سے کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ سررشتہ دار سے پُوچھا کہ تم کو کوئی ضرر پہنچا اُس نے بھی کہا کہ حقیقت میں کوئی ضرر نہیں۔ آخر اُس کو چھوڑ دیا گیا اور کہا گیا جاؤ جس طرح چاہو بانگ دو۔ اللہ اکبر یہ کس قدر آزادی ہے اور کس قدر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ پھر ایسے احسان پر اور ایسے انعام صریح پر بھی اگر کوئی دِل گورنمنٹ انگریزی کا احسان محسوس نہیں کرتا وہ دِل بڑا کافرِ نعمت اور نمک حرام اور سینہ سے چیر کر نکال ڈالنے کے لایق ہے ؛

ایک اور مؤذن کی گرفتاری

خود ہمارے اس گاؤں میں جہاں ہماری مسجد ہے کارداروں کی جگہ تھی ہمارے بچپن کا زمانہ تھا لیکن مَیں نے معتبر آدمیوں سے سُنا ہے کہ جب انگریزی دخل ہو گیا تو چند روز تک وہی قانون رہا۔ ایک کاردار آیا ہُوا تھا اُس کے پاس ایک مُسلمان سپاہی تھا وہ مسجد میں آیا اور مؤذن کو کہا کہ بانگ دے اُس نے وہی گُنگُنا کر آذان دی سپاہی نے کہا کہ کیا تم اس طرح پر بانگ دیتے ہو مؤذن نے کہا ہاں اسی طرح دیتے ہیں سپاہی نے کہا کہ نہیں کوٹھے پر چڑھ کر اونچی آواز سے اذان دے اور جسقدر زور

سے ممکن ہے دے وہ ڈرا۔ آخر اُس نے زور سے بانگ دی تمام ہندو اکٹھے ہوگئے اور ملّا کو پکڑ لیا وہ بیچارا بہت ڈرا اور گھبرایا کہ کاردار مجھے پھانسی دیدیگا سپاہی نے کہا کہ میں تیرے ساتھ ہوں آخر سنگدل چھری مار برہمن اُسکو پکڑ کر کاردار کے پاس لے گئے اور کہا کہ مہاراج اس نے ہم کو بھرشٹ کر دیا۔ کاردار تو جانتا تھا کہ سلطنت تبدیل ہوگئی ہے اور اب وہ **سکھاشاہی** نہیں رہی مگر ذرا ادبی زبان سے پوچھا کہ تُونے اونچی آواز سے بانگ کیوں دی؟ سپاہی نے آگے بڑھ کر کہا کہ اس نے نہیں مَیں نے بانگ دی کاردار نے کہا کہ کمبختو! کیوں شور ڈالتے ہو لاہور میں تو اب کُھلے طور سے گائے ذبح ہوتی ہے تم ایک اذان کو روتے ہو۔ جاؤ چُپکے ہو کر بیٹھ رہو۔ الغرض یہ واقعی اور سچی بات ہے جو ہمارے دِل سے نکلتی ہے جس قوم نے ہم کو تحت الثریٰ سے نکالا ہے اُس کا احسان ہم نہ مانیں یہ کس قدر ناشکری اور نمکحرامی ہے +

انگریزوں نے جہالت کو دور کیا

اس کے علاوہ بڑی جہالت پھیلی ہوئی تھی ایک بڈھے کے شاہ نے بیان کیا کہ مَیں نے اپنے اُستاد کو دیکھا ہے کہ وہ بڑے تضرع سے دُعا کرتے تھے کہ صحیح بخاری کی ایک دفعہ زیارت ہو جائے اور بعض وقت اس خیال سے کہ کہاں ممکن ہے دُعا کرتے کرتے اُنکی ہچکیاں بندھ جاتی تھیں اب وہی بخاری دو چار روپیہ میں امرتسر اور لاہور سے ملتی ہے۔ ایک مولوی شیر محمد صاحب تھے کہیں دو چار ورق احیاء العلوم کے ان کو مِل گئے کتنی مدّت تک ہر نماز کے بعد نمازیوں کو بڑی خوشی اور فخر سے دکھایا کرتے تھے کہ یہ احیاء العلوم ہے اور تڑپتے تھے کہ پوری کتاب کہیں سے مِل جائے۔ اب جا بجا احیاء العلوم مطبوعہ موجود ہے۔ غرض انگریزی مقدم کی برکت سے لوگوں کی دینی آنکھ بھی کُھل گئی ہے اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اسی سلطنت کے ذریعہ دین کی کس قدر اعانت ہوئی ہے کہ کسی سلطنت میں ممکن ہی نہیں۔ پریس کی برکت اور قسم قسم کے

سلطنت انگریزی کے ذریعہ دین کی اشاعت

کاغذ کی ایجاد سے ہر قسم کی کتابیں تھوڑی قیمت پر میسر آسکتی ہیں۔ اور پھر ڈاک خانہ کے طفیل سے کہیں سے کہیں گھر بیٹھے بٹھائے پُہنچ جاتی ہیں اور یُوں دین کی صداقتوں کی تبلیغ کی راہ کس قدر سہل اور صاف ہوگئی ہے پھر منجملہ اور برکات کے جو تائید دین میں اس گورنمنٹ کے عہد میں ملی ہیں ایک یہ بھی ہے کہ عقلی قویٰ اور ذہنی طاقتوں میں بڑی ترقی ہوئی ہے اور چونکہ گورنمنٹ نے ہر ایک مذہب کو اُس کے مذہب کی اشاعت کی آزادی ہے اسی طرح پر لوگوں

انگریزوں کے عہد میں عقلی اور ذہنی طاقتوں کی ترقی

کو ہر ایک مذہب کے اصول اور دلائل پر کھنے اور اُن پر غور کرنے کا موقع مِل گیا ہے۔ اسلام پر جب مختلف مذہب والوں نے حملے کئے تو اہلِ اسلام کو اپنے مذہب کی تائید اور صداقت کے لئے اپنی مذہبی کتابوں پر غور کرنے کا موقع مِلا اور اُنکی عقلی قوتوں میں ترقی ہوئی۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جیسے جسمانی قویٰ ریاضت

کرنے سے بڑھتے ہیں ایسا ہی روحانی قوی بھی ریاضت سے نشو و نما پاتے ہیں۔ جیسا گھوڑا چابک سوار کے نیچے آکر درست ہوتا ہے اسی طرح سے انگریزوں کے آنے سے مذہب کے اصولوں پر غور کرنے کا موقع ملا اور تدبر کرنے والے کو استقامت اور استحکام مذہب حق میں زیادہ مِل گیا اور جس جس موقعہ پر قرآن کریم کے مخالفوں نے انگشت رکھی وہیں سے غور کرنے والوں کو ایک گنج معارف مِلا۔ اور اس آزادی کی وجہ سے علم کلام نے معتدبہ ترقی کی اور وہ مخصوصًا اس جگہ ہوئی ہے۔ اب اگر روم یا شام کا رہنے والا خواہ وہ کیسا ہی عالم و فاضل کیوں نہو آجاوے تو وہ عیسائیوں کے یا آریوں کے اعتراضات کا کافی جواب نہ دے سکے گا کیونکہ اُسکو ایسی آزادی اور وسعت کے ساتھ مختلف مذاہب کے اصولوں کے موازنہ کرنے کا موقع نہیں ملا۔ غرض جیسے جسمانی طور پر گورنمنٹ انگلشیہ سے مُلک میں امن ہُوا۔ ایسے ہی رُوحانی امن بھی پوری طرح پھیلا۔ چونکہ ہمارا تعلق دینی اور رُحانی باتوں سے ہے۔ اس لئے ہم زیادہ تر اُن امور کا ذکر کرینگے جو فرائض مذہب کے ادا کرنے میں گورنمنٹ کی طرف سے ہم کو بطور احسان ملے ہیں۔

گورنمنٹ انگلشیہ سے جسمانی اور روحانی امن

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ انسان پوری آزادی اور اطمینان کے ساتھ عبادات کو تب ہی بجالاسکتا ہے کہ اس میں **چار شرطیں** موجود ہوں اور وہ یہ ہیں۔

عبادت کو بجالانے میں چار ضروری شرطیں اور ان میں گورنمنٹ کی امداد

اوّل صحت اگر کوئی شخص ایسا ضعیف ہو کہ چارپائی سے اُٹھ نہ سکے۔ وہ صوم وصلوٰۃ کا کیا پابند ہوسکتا ہے۔ اسی طرح پر حج۔ زکوٰۃ وغیرہ بہت سے ضروری امور کی بجاآوری سے قاصر رہے گا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ گورنمنٹ کے طفیل سے ہم کو صحت جسمانی کے بحال رکھنے کے لئے کس قدر سامان ملے ہیں۔ ہر بڑے شہر اور قصبہ میں کوئی نہ کوئی ہسپتال ضرور ہے جہاں مریضوں کا علاج نہایت دلسوزی اور ہمدردی سے کیا جاتا ہے اور دوا غذا وغیرہ مُفت دیجاتی ہیں بعض بیماروں کو ہسپتال میں رکھ کر ایسے طور پر انکی نگہداشت اور غور و پرداخت کی جاتی ہے کہ کوئی اپنے گھر میں بھی ایسی آسانی اور سہولت اور آرام کے ساتھ علاج نہیں کرسکتا +

حفظانِ صحت کا ایک الگ محکمہ بنا رکھا ہے جس پر کروڑ ہا روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ قصبات اور شہروں کی صفائی کے بڑے بڑے سامان بہم پہنچائے ہیں۔ گندے پانی اور مواد ردّیہ مضر صحت کے دفع کرنے کے لئے الگ انتظام ہیں۔ پھر ہر قسم کی سریع الاثر ادویہ طیار کر کے بہت کم قیمت پر مہیا کی جاتی ہیں یہاں تک کہ ہر ایک آدمی چند دوائیں اپنے گھر میں رکھ کر بوقت ضرورت علاج کر سکتا ہے +

بڑے بڑے میڈیکل کالج جاری کر کے طبی تعلیم کو کثرت سے پھیلایا یہاں تک کہ دیہات میں بھی ڈاکٹر ملتے

ہیں۔ بعض خطرناک امراض چیچک، ہیضہ، طاعون وغیرہ کے دفعیہ کے لئے الگ محکمے ہیں۔ جو ابھی طاعون کے متعلق جسقدر کارروائی گورنمنٹ کی طرف سے عمل میں آئی ہے وہ بہت ہی کچھ شکرگذاری کے قابل ہے۔ غرض صحت کے لحاظ سے گورنمنٹ نے ہر قسم کی ضروری امداد دی ہے اور اس طرح پر عبادت کے لئے پہلی اور ضروری شرط پورا کرنے کے واسطے بہت بڑی مدد دی ہے +

دوسری شرط ایمان ہے اگر خدا تعالےٰ اور اُس کے احکام پر ایمان ہی نہ رہا ہو اور اندر ہی اندر بیدینی اور الحاد کا جذام لگ گیا ہو پھر بھی تعمیل احکام آلٰہی نہیں ہوتی جیسے بہت لوگ کہتے ہیں۔ رابہہ جگ مٹھا نتے اگلا کن ڈِٹھا۔ افسوس ہے دو آدمیوں کی شہادت پر ایک مجرم کو پھانسی مل سکتی ہے مگر باوجودیکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اور بے انتہا ولیوں کی شہادت موجود ہے لیکن ابھی تک اس قسم کا الحاد ان لوگوں کے دلوں سے نہیں گیا۔ ہر زمانہ میں خدا تعالےٰ اپنے مقتدر نشانوں اور معجزات سے **انا الموجود** کہتا ہے مگر یہ کمبخت کان رکھتے ہوئے بھی نہیں سُنتے۔ غرض یہ شرط بھی بہت بڑی ضروری شرط ہے اس کے لئے بھی ہمیں گورنمنٹ انگلشیہ کا شکرگذار ہونا چاہئے کیونکہ ایمان و اعتقاد پختہ کرنے کے لئے عام تعلیم مذھبی کی ضرورت تھی اور مذھبی تعلیم کا انحصار مذھبی کتابوں کی اشاعت سے وابستہ تھا۔ پریس ڈاک خانہ کی برکت سے ہر قسم کی مذھبی کتابیں مل سکتی ہیں اور اخبارات کے ذریعہ تبادلہ خیالات کا موقع ملتا ہے۔ سعید الفطرت لوگوں کیلئے بڑا بھاری موقع حاصل ہے کہ ایمان و اعتقاد میں رسوخ حاصل کریں۔ ان باتوں کے علاوہ جو ضروری اور اشد ضروری بات ایمان کے رسوخ کے لئے ہے وہ خدا تعالیٰ کے نشانات ہیں جو اُس شخص کے ہاتھ پر سرزد ہوتے ہیں جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے اور اپنے طرز عمل سے گمشدہ صداقتوں اور معرفتوں کو زندہ کرتا ہے۔ سو خُدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ اُس نے اس زمانہ میں **جسکو پھر ایمان زندہ کرنے کے لئے مامور کیا** اور اس لئے بھیجا کہ تا لوگ قوت و یقین میں ترقی کریں وہ بھی اسی مبارک گورنمنٹ کے عہد میں آیا۔ وہ کون؟ **وہی* جو تم میں کھڑا ہُوا بول رہا ہے**

چونکہ یہ مسلّم بات ہے کہ جب تک پورے طور پر ایمان نہ ہونیکے اعمال انسان علی وجہ الاتم بجا نہیں لا سکتا جسقدر کوئی پہلو یا کنگرہ ایمان کا گرا ہُوا ہو اسی قدر انسان اعمال میں سُست اور کمزور ہوگا اس بنا پر ولی وہ کہلاتا ہے جس کا ہر پہلو سالم ہو اور وہ کسی پہلو سے کمزور نہو۔ اسکی عبادات اکمل و اتم طور پر صادر ہوتی ہیں۔ غرض دوسری شرط ایمان کی سلامتی ہے +

تیسری شرط انسان کے لئے طاقت مالی ہے۔ مساجد کی تعمیر اور امور متعلقہ اسلام کی بجاآوری

* حضرت مسیح موعودؑ۔ منہ

مالی طاقت پر منحصر ہے۔ اس کے سوا تمدنی زندگی اور تمام امور کا اور خصوصاً مساجد کا انتظام بہت مشکل سے ہوتا ہے اب اس پہلو کے لحاظ سے گورنمنٹ انگلشیہ کو دیکھو۔ گورنمنٹ نے ہر قسم کی تجارت کو ترقی دی۔ تعلیم پھیلا کر ملک کے باشندوں کو نوکریاں دیں اور بڑے بڑے عہدے دیئے۔ سفر کے وسائل بہم پہنچا کر دوسرے ملکوں میں جا کر روپیہ کمالانے میں مدد دی چنانچہ ڈاکٹر پلیڈر۔ عدالتوں کے عہدہ دار۔ سررشتہ تعلیم وغیرہ بہت سے ذریعوں سے لوگ معقول روپیہ کماتے ہیں اور تجارت کرنیوالے سوداگر قسم قسم کے تجارتی مال ولایت اور دور دراز ملکوں افریقہ اور آسٹریلیا وغیرہ میں جا کر مالا مال ہو کر آتے ہیں۔ غرض روزگار عام کر دیا اور روپیہ کمانے کے بہت سے ذریعے پیدا کر دیئے +

چوتھی شرط امن ہے یہ امن کی شرط انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے اس کا انحصار علی الخصوص سلطنت پر رکھا گیا ہے جسقدر سلطنت نیک نیت اور اس کا دل کھوٹ سے پاک ہوگا اسی قدر یہ شرط زیادہ صفائی سے پوری ہوگی۔ اب اس زمانہ میں امن کی شرط اعلیٰ درجہ پر پوری ہو رہی ہے میں خوب یقین رکھتا ہوں کہ سکھوں کے زمانہ کے دن انگریزوں کے زمانہ کی راتوں سے بھی کم درجہ پر تھے یہاں سے قریب ہی بوٹرؔ ایک گاؤں ہے وہاں اگر کوئی عورت جایا کرتی تھی تو رو رو کر جایا کرتی تھی کہ خدا جانے پھر واپس آنا ہوگا یا نہیں۔ اب یہ حالت ہے کہ زمین کی انتہا تک چلا جاوے کسی قسم کا خطرہ نہیں سفر کے وسائل ایسے آسان کر دیئے ہیں کہ ہر ایک قسم کا آرام حاصل ہے گویا گھر کی طرح ریل میں بیٹھا ہوا یا سویا ہوا جہاں چاہے چلا جاوے مال و جان کی حفاظت کے لئے پولیس کا وسیع صیغہ موجود ہے۔ حقوق کی حفاظت کے لئے عدالتیں کھلی ہیں جہاں تک چاہے چلا جاوے یہ کسقدر احسان ہیں جو ہماری عملی آزادی کا موجب ہوئے ہیں۔ پس اگر ایسی حالت میں جبکہ ہر قسم و ہر طرح پر بے انتہا احسان ہو رہے ہیں ہم میں صلحکاری اور شکرگذاری کا مادہ پیدا نہیں ہوتا تو تعجب کی بات ہے۔ جو مخلوق کا شکر نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔ وجہ کیا ہے؟ اس لئے کہ وہ مخلوق بھی تو خدا ہی کا فرستادہ ہوتا ہے اور خدا ہی کے ارادہ کے تحت میں چلتا ہے۔ الغرض یہ سب امور جو میں نے بیان کئے ہیں ایک

محسن کی شکرگذاری

نیک دل انسان کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ ایسے محسن کا شکرگذار ہو یہی وجہ ہے کہ ہم بار بار اپنی تصنیفات میں اور اپنی تقریروں میں گورنمنٹ انگلشیہ کے احسانوں کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ ہمارا دل واقعی اس کے احسانات کی لذت سے بھرا ہوا ہے احسان فراموش

حاشیہ ؔ قادیان سے یہ گاؤں دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ منہ

نادان اپنی منافقانہ فطرتوں پر قیاس کر کے ہمارے اس طریق عمل کو جو صدق اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جھوٹی خوشامد پر حمل کرتے ہیں۔ اب میں پھر اصل بات کیطرف عود کر کے بتلانا چاہتا ہوں کہ پہلے اس سورۃ میں خداتعالےٰ نے رب الناس فرمایا پھر ملک الناس آخر میں الٰہ الناس فرمایا جو اصلی مقصود اور مطلوب انسان کا ہے الٰہ کہتے ہیں معبود مطلوب کو لا الٰہ الا اللہ کے معنے یہی ہیں کہ لامعبود لی ولامقصود لی ولامطلوب لی الا اللہ یہی سچی توحید ہے کہ ہر مدح ستایش کا مستحق اللہ تعالےٰ ہی کو ٹھیرایا جاوے۔ پھر فرمایا من شر الوسواس الخناس یعنی وسوسہ ڈالنے والے خناس کے شر سے پناہ مانگو خنّاس عربی میں سانپ کو کہتے ہیں جسے عبرانی میں نحاش کہتے ہیں اس لئے کہ اس نے پہلے بھی بدی کی تھی یہاں ابلیس یا شیطان نہیں فرمایا تاکہ انسان کو اپنی ابتدا کی ابتلا یاد آوے کہ کس طرح شیطان نے انکے ابوین کو دھوکا دیا تھا اُسوقت اُس کا نام خنّاس ہی رکھا گیا تھا یہ ترتیب خُدا نے اس لئے اختیار فرمائی ہے تاکہ انسان کو پہلے واقعات پر آگاہ کرے کہ جس طرح شیطان نے خدا کی اطاعت سے انسان کو فریب دیکر روگردان کیا ویسے ہی وہ کسی وقت ملک وقت کی اطاعت سے بھی عاصی اور روگردان نہ کراوے یوں انسان ہر وقت اپنے نفس کے ارادوں اور منصوبوں کی جانچ پڑتال کرتا رہے کہ مجھ میں ملک وقت کی اطاعت کسقدر ہے اور کوشش کرتا رہے اور خدا تعالیٰ سے دُعا مانگتا رہے کہ کسی مدخل سے شیطان اُس میں داخل ہو جائے۔ اب اس سورۃ میں جو اطاعت کا حُکم ہے وہ خدا تعالےٰ کی اطاعت کا حکم ہی ہے کیونکہ اصلی اطاعت اُسی کی ہے۔ مگر والدین۔ مرشد و ہادی اور بادشاہ وقت کی اطاعت کا بھی حُکم ہے کیونکہ انکی اطاعت کا بھی حکم خدا ہی نے دیا ہے۔ اور اطاعت کا فائدہ یہ ہوگا کہ خنّاس کے قابو سے بچ جاؤ گے۔ پس پناہ مانگو کہ خنّاس کی وسوسہ اندازی کے شر سے محفوظ رہو کیونکہ مومن ایک ہی سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جاتا۔ ایک بار جس راہ سے مصیبت آئے دوبارہ اُس میں نہ پھنسو۔ پس اس سورۃ میں صریح اشارہ

> بادشاہ وقت کی اطاعت کا صریح اشارہ

ہے کہ بادشاہ وقت کی اطاعت کرو۔ خنّاس میں خواص اسی طرح ودیعت رکھے گئے ہیں جیسے خدا تعالیٰ نے درخت پانی آگ وغیرہ چیزوں اور عناصر میں خواص رکھے ہیں عُنصر کا لفظ اصل میں عن سرّ ہے عربی میں ص اور س کا بدل ہو جاتا ہے یعنی یہ چیز اسرار الٰہی میں سے ہے درحقیقت یہاں آکر انسان کی تحقیقات رُک جاتی ہے۔ غرض ہر ایک چیز خدا ہی کی طرف سے ہے خواہ وہ بسائط کی قسم سے ہو خواہ مرکبات کی قسم سے۔ جبکہ یہ بات ہے کہ ایسے بادشاہوں کو بھیجکر اُس نے ہزارہا مشکلات سے ہم کو چھڑایا اور ایسی تبدیلی بخشی کہ ایک آتشی تنور